عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATME NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

۴۶

۲۸ اپریل تا ۴ مئی ۹۵ء بمطابق ۲۷ ذیقعدہ تا ۳ ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ

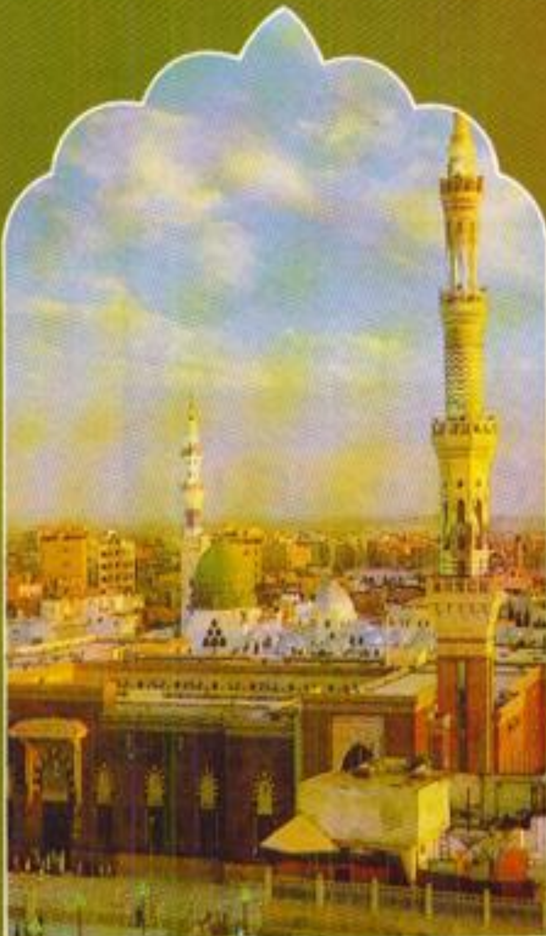

امتِ مسلمہ کو امت بنانے کی محنت کیجئے

حضرت جی کی آخری تقریر

فیصلہ جیمس آباد اور قادیانیوں کے کفر و ارتداد کے اسباب

ہماری قابلِ فخر تاریخ

بین الاقوامی ایجنسیاں اور اُن کا طریقۂ کار

دہشت گردی و تخریب کار کون؟

کیا حکومت اِن کو کیفرِ کردار تک پہنچائے گی

پاکستان میں تخریب کاری، دہشت گردی، قتل و اغوا کی منظم وارداتوں پر پاکستان کا شہری سراسیمگی اور خوف و ہراس کا شکار ہے۔ افسردہ، خوف زدہ اور پریشان ہے۔ ہر شخص چیخ اٹھا ہے کہ اس میں اسرائیل، بھارت اور امریکہ کے ایجنٹ ملوث ہیں۔ ملک عزیز کو دشمن تباہ کن حالات سے محض اس لیے دوچار کر رہا ہے کہ یہ طاقتیں پاکستان کی افواج اور پرامن ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنا چاہتی ہیں۔ آئیے دیکھئے اِن پاکستان دشمن طاقتوں کا پاکستان میں ایجنٹ کون ہے؟

اسرائیل اور مرزائی

① اسرائیل میں مرزائی مشن قائم ہے۔ (بجٹ آمد و خرچ تحریک جدید ۱۹۶۳-۱۹۶۴ صفحہ ۳۵) اور اسرائیلی فوج میں چھ سو قادیانی ملازم ہیں۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور ۵ مئی ۲۳ صفحہ ۱۵)

② اسرائیل میں مرزائی مشن کے انچارج کا اسرائیل کے صدر سے رابطہ ہوتا ہے۔ (۱۴ر جنوری ۱۹۸۶ء نوائے وقت لاہور)

بھارت اور مرزائی

① مرزائی جماعت کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود آنجہانی نے اعلان کیا کہ پاکستان و ہندوستان کی تقسیم عارضی ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ دوبارہ "اکھنڈ ہندوستان" بن جائے۔ (الفضل قادیان ۱۶ر مئی ۱۹۴۷ء)

② مرزائی جماعت کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر نے اعلان کیا ہے کہ پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت کی تقسیم غیر فطری ہے۔ اس تقسیم کو ختم کر کے ایک ہو جانا چاہیے۔

امریکہ اور مرزائی

① امتناع قادیانیت آرڈیننس کو ختم کرانے کے لیے دباؤ اور امداد کی بندش و بحالی کو اس سے وابستہ کرنا۔

② حالیہ فسادات و تخریب کاری اور دہشت گردی سے قبل ایک ماہ میں "امریکی سفارت کار دول" کا ربوہ میں تین بار آنا۔ مرزائی قیادت سے علیحدگی میں ملاقاتیں جس کی تفصیلات کا پاکستان کی ایجنسیوں کو بھی علم نہیں۔ (حالیہ اخبارات۔ جنگ، نوائے وقت لاہور)

جس طرح

دنیا بھر کے یہودی، مسلمان اور مسلم حکومتوں کے خلاف منظم سازشوں میں مصروف کار ہیں۔ اسی طرح قادیانی جماعت "سیاسی پناہ" کے نام سے منظم طریقے سے اپنے افراد کو تخریب کاری و دہشت گردی کی تربیت کے لیے بیرون ملک بھجوا رہی ہے۔ ان تخریب کاروں کے آنے جانے کا یہ عمل مسلسل کئی سال سے جاری ہے۔

اِن حالات میں

حکومتِ پاکستان اپنی ذمے داری کا احساس کرے، غیر ملکی ایجنٹ، سازشی گروہ پر مقدمہ چلائے اور قادیانی جماعت کو خلافِ قانون قرار دے کر ان کے اثاثوں کو منجمد کرے۔

شعبۂ نشر و اشاعت: عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت (ملتان، پاکستان)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ کراچی انٹرنیشنل

KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

۲۸ اپریل تا ۴ مئی ۱۹۹۵ء بمطابق ۲۷ ذیقعدہ تا ۳ ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ | ۴۶

اس شمارے میں

کیا یہ صحیح علاج ہے ؟ ۴
امت کو امت بنانے کی محنت کیجئے ۶
قادیانی مسیح کی صحبت میں ۹
مرزائیوں کا اخلاقی وذہنی زوال
عشرہ ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل ۱۴
بین الاقوامی ایجنسیاں اور ان کا طریقہ کار ۱۹
ہماری قابل فخر تاریخ ۲۱
فیصلہ جیمس آباد اور ۲۲
قادیانیوں کے کفر وارتداد کے اسباب

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمٰن باوا

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا اللہ وسایا • مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا محمد جمیل خان • مولانا سعید احمد جلالپوری

مرتب
حسین احمد نجیب

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

زر تعاون

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش
ایم اے جناح روڈ کراچی فون 7780337

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 40978

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199.

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۱۵۰ روپے
ششماہی ۷۵ روپے
سہ ماہی ۳۵ روپے
فی پرچہ ۳ روپے

بیرون ملک چندہ
امریکہ۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا ۹۰ ڈالر
یورپ اور افریقہ ۷۰ ڈالر
متحدہ عرب امارات وانڈیا ۵۰ ڈالر
چیک/ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ نمبر ۳۳-۳
کراچی پاکستان ارسال کریں

پبلشر: عبدالرحمٰن باوا ○ طابع: سید شاہد حسن ○ مطبع: القادر پرنٹنگ پریس ○ مقام اشاعت: ۱۰۳ بزرٹہ لائن کراچی

کیا یہ صحیح علاج ہے ؟

موجودہ حکومت نے مغربی ملکوں کے دباؤ سے دینی مدارس کے خلاف ایک نئے انداز کی جو جارحانہ کارروائی شروع کر رکھی ہے اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ دینی مدارس کے نصاب میں جدید طرز تعلیم کا پیوند لگا دیا جائے۔ اکابر ماہرین علوم دین اس روش کے غلط اور نقصان دہ پہلوؤں پر مسلسل احتجاج کر رہے ہیں۔ حکومت پر اس کے آقاؤں کا دباؤ شدید تر ہوتا جا رہا ہے۔ مختلف مکاتب فکر کے زعماء حکومتی یلغار سے دینی مدارس کے تحفظ کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔ اس پس منظر میں "دینی مدارس کا ایک نیا وفاق۔ نظامت تعلیمات اسلامیہ پاکستان" کے نام سے وجود میں آیا ہے جس کے مقاصد درج ذیل بیان کئے گئے ہیں۔

"نظامت کے مقاصد

○---دینی علوم اور عصری فنون پر مشتمل نصاب کی تدوین۔

○---ملحقہ مدارس کے امتحانی اور تربیتی نظام کی نگرانی۔

○---اعلیٰ اسلامی تعلیم و تربیت اور ملکی نظام میں اپنا کردار ادا کرنے کی حامل نسل تیار کرنے کی جدوجہد۔

○---ایسے طریقہ تدریس کا استعمال جس میں ایسے مبلغین اسلام تیار ہوں جو عربی، فارسی اور انگریزی زبان پر عبور رکھتے ہوں اور پوری دنیا میں تبلیغ دین کا فرض بھی ادا کر سکیں اور عصر حاضر کے تمام الحادی اور غیر اسلامی فتنوں کا تعاقب کر کے اسلام دشمن تحریکوں کی سرکوبی کر سکیں۔ "

ان مقاصد کے حصول کے لئے باقاعدہ "نظامت کا قیام اور عملی اقدام" کے عنوان سے اس نئے وفاق کے قیام کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"نظامت کا قیام اور عملی اقدام

○---مندرجہ بالا مقاصد کے حصول کے لئے نظامت تعلیمات اسلامیہ پاکستان کے نام سے اس ادارہ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

○---نظامت کا مرکزی دفتر جامعہ منظور الاسلامیہ عید گاہ صدر روڈ لاہور چھاؤنی میں قائم کیا گیا ہے۔

○---حضرت مولانا محمد طیب صاحب حنفی کو نظامت کا امیر منتخب کیا گیا ہے جبکہ مولانا عبد الرؤف فاروقی کو ناظم اعلیٰ نامزد کیا گیا ہے۔

○---حضرت مولانا عبد الرحمٰن ظفر کی سربراہی میں تدوین نصاب کمیٹی نے پرائمری پاس طلبا کے لئے گیارہ سالہ نصاب ترتیب دیا ہے جس میں ترجمہ قرآن مجید، تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد، ادب، صرف، نحو اور منطق پر مشتمل دینی و قرآنی علوم کے ساتھ چھٹی سے بی اے تک کا حکومتی نصاب شامل ہے۔

○---طے کیا گیا ہے کہ جو مدارس نظامت کے ساتھ الحاق کریں گے اور نظامت کا مرتب کردہ نصاب رائج کریں گے، ان کے امتحانات اور تعلیمی و تربیتی نظام کی نگرانی نظامت کرے گی اور نتائج کے مطابق اسناد بھی جاری کرے گی۔

○---نظامت نے طے کیا ہے کہ طلبا میں عربی و دینی علوم کی استعداد پیدا کرنے کے لئے فنون کی بعض ابتدائی کتابیں مرتب کر کے انہیں شائع کیا جائے۔

○---نظامت نے طے کیا ہے کہ ملحقہ مدارس کا بنیادی مشن علوم نبوت کی تعلیم و ترویج ہوگا اور وہ اسی مقصد کو اہمیت دیں گے، جبکہ حکومتی نصاب سے ریاستی امور اور تبلیغ اسلام کے لئے

صلاحیت پیدا کرنا مقصود ہوگا اور اسی درجہ میں اس کو اہمیت حاصل ہوگی۔ ‘‘

برصغیر ہند میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد اسلامی علوم و معارف کی حفاظت اور مسلمانوں کے اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے کی غرض سے اکابر علماء دیوبند نے "دینی مدارس" کے قیام پر خصوصی توجہ دی اور بہت تھوڑے عرصے میں اس اقدام کے مثبت نتائج سامنے آنے شروع ہوگئے۔ علی گڑھ میں خالص لارڈ میکالے کے نظام کے خلاف کے باوجود دیوبند کی علمی تحریک کے اثرات زائل نہ کئے جاسکے تو بہت سے ایسے ادارے شروع کئے جن میں دیوبند کی قدامت پسندی کا جدید اصلاح پسندی کے عنوان سے متبادل پیش کرنے کی کوششیں کیں مگر تاریخی حقائق نے دیوبند کی راہ کو مستقیم قرار دے کر تمام جدید اصلاح پسندوں کے عزائم کو مسترد کردیا۔ ہر صاحب بصیرت کے لئے تاریخ ہند کا اس پہلو سے مطالعہ عجائب و حقائق کی پردہ کشائی کرتا نظر آئے گا۔

قیام پاکستان کے بعد علمائے امت سو سالہ جدوجہد آزادی کے ثمرات کے حصول میں سیاسی ناکامی کے اثرات سے دامن صاف کرنے میں مصروف تھے۔ بعض ہمدردان ملت نے دینی و انگریزی نظام تعلیم کو یکجا کرکے کار آمد رجال تیار کرنے کا مژدہ سنایا۔ قدیم جدید تعلیم کے نظاموں کو یکجا کرکے ایک ملغوبہ تیار کیا۔ خوب پروپیگنڈہ ہوا۔ فنڈ مہیا ہوئے کام شروع ہوا۔ مگر تاریخ نے ہر ایک کو اس کے جائز مقام پر پہنچادیا اور باریک بین نگاہیں خوردبین سے بھی ان اداروں کے مثبت کردار کو ڈھونڈنے سے قاصر رہیں گی۔ انشاء اللہ

دینی جماعتوں میں اتحاد کا دعویٰ لے کر اٹھنے والی آواز اسی سریلی گونج کے ساتھ آج پھر یہ مژدہ سنا رہی ہے کہ :

’’ علم ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے‘ علم کے ذریعہ ہی انسان اپنے معبود حقیقی کی معرفت حاصل کرتا ہے اور خود اپنے آپ کو بھی پہچان سکتا ہے بلکہ علم کی وجہ سے انسان کو باقی مخلوق حتیٰ کہ فرشتوں پر فضیلت حاصل ہوئی اور یہ کہنا کسی طرح بے جانہ ہوگا کہ علم کے بغیر خود انسان نامکمل رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں علم کی ترویج و ترقی کے لئے ہر ممکن کوششیں بروئے کار لائی گئیں۔ خصوصاً اسلام نے تو اپنے تمام عقائد و تعلیمات کی بنیاد علم پر رکھی ہے۔ خود پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں اپنے متعلق انما بعثت معلماً کا جملہ ارشاد فرمایا‘ وہاں طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم کہہ کر ہر مسلمان کے لئے حصول علم کو فرض قرار دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے علم کی اہمیت کو محسوس کیا اور پوری دنیا میں علم کی اشاعت کے لئے وہ کوششیں سرانجام دیں کہ تمام اقوام آج مسلمانوں کے اس سلسلہ کی مرہون منت ہیں۔ اب بھی مسلمان امت تعلیم و تعلم کے اس فریضہ کو بجالانے میں پوری طرح مصروف ہے۔

تعلیم پاکستان میں : مملکت خداداد پاکستان میں اس وقت دو طرح کے تعلیمی نظام رائج ہیں۔ (۱) قدیم دینی و عربی نصاب کی تعلیم کا محور و مرکز مساجد اور دینی مدارس ہیں اور اس نظام نے یہاں دینی و اعتقادی ضروریات پوری کرنے کا فرض نبھایا اور آج جو کچھ بھی دینی زندگی اور ایمانی حمیت یہاں موجود ہے‘ وہ اسی نظام تعلیم کا نتیجہ ہے۔ اخلاق و کردار اور ایمان و عمل میں جو رونقیں نظر آتی ہیں‘ وہ مساجد و مدارس کے ماحول میں ہونے والی مساعی کے دم قدم سے ہیں۔ (۲) جدید حکومتی نصاب تعلیم کا مرکز اسکول‘ کالج اور یونیورسٹیاں ہیں اور اس نصاب نے ریاست کے امور چلانے والے افراد تیار کئے اور دنیوی شعبوں میں کام کرنے کی استعداد پیدا کی۔ اس حکومتی نصاب میں قرآن مجید ناظرہ کی تعلیم اور اسلامیات کی صورت میں کسی حد تک اسلامی عقائد و احکام کا ایک حصہ شامل ہے‘ لیکن یہ ایک مسلمان کی دینی ضروریات کے لئے ناکافی ہے۔ اس پر المیہ یہ ہے کہ اس حصہ کو عملاً تعلیم کے سلسلہ میں کوئی اہمیت نہیں دی گئی جس کے نتیجہ میں جہاں ان اداروں میں تعلیم کا معیار انتہائی پست ہے‘ وہاں نقل اور ناجائز ذرائع سے امتحانی کامیابی کا حصول کوئی عیب نہیں رہا اور ان اداروں میں نوجوان نسل کی تربیت اس انداز سے ہو رہی ہے کہ کلاشنکوف کلچر گروپ بندی اور دوسری تمام اخلاقی خرابیوں نے ان درسگاہوں کے تصور کو بھی بھیانک بنادیا ہے اور والدین انتہائی پریشان ہیں‘ لیکن ان کے سامنے تعلیم و تربیت کا ایسا کوئی متبادل نظام موجود نہیں جس پر وہ اپنی اولاد کے معاملہ میں اعتماد کرسکیں۔

مندرجہ بالا صورت حال اور پاکستان میں تعلیم کے دونوں نظاموں میں پائے جانے والے خلاء کو پر کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ کسی طرح ان دونوں نظاموں کی خوبیوں کو جمع کردیا جائے اور اس طرح ایسی نسل تیار کی جائے جو بیک وقت دینی تعلیمات سے آگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ جدید دور کے فنون سے بھی پوری طرح واقف ہو۔ اس سلسلہ میں مسلمان زعما اور دردمند اکابر ہمیشہ کوشش میں مصروف رہے ہیں‘ لیکن یہ کوششیں انفرادی درجہ کی حامل تھیں جبکہ اب ملک و ملت کی اس ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے دردمند علماء کے ایک اجلاس میں ان کوششوں کو اجتماعی شکل دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے اور اس کے لئے "نظامت تعلیمات اسلامیہ پاکستان" کے نام سے کام کرنے کا عزم کیا گیا اور طے کیا گیا کہ ایک ایسا نظام تعلیم اور نصاب وضع کیا جائے جس میں دونوں نصابوں کی اہم ضروریات ملحوظ رکھی جائیں اور تعلیم و تربیت کا ایسا پروگرام طے کیا جائے جس کے ذریعے ایسی مسلمان نسل تیار ہو جو بیک وقت دینی تعلیم اور اخلاقی و روحانی تربیت بھی رکھتی ہو اور انتظامی و ریاستی امور سرانجام دینے کی بھی پوری طرح اہل ہو۔ ‘‘

(ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ)

اس تحریک جدید کے محرک مخلص ہیں‘ باہمت ہیں‘ قوم کی رہنمائی کے درد میں ڈوبے ہوئے دل رکھتے ہیں اور دینی نظام تعلیم میں اصلاح کا عزم مصمم لے کر میدان عمل میں آئے ہیں۔ یہ سب تسلیم! لیکن ماضی پر طائرانہ نظر ڈال کر نتائج کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرتے تو شاید راہ عمل مختلف اختیار کرتے۔ دینی مدارس اور انگریزی مدارس کے نظام تعلیم کے بنیادی مقاصد کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو اس تحریک کے محرکین بین الاقوامی یہودی پروپیگنڈے کے اثرات کا شکار نظر آتے ہیں۔ اور دانستہ یا نادانستہ حکومتی پروگرام میں معاونت کے تاریخی الزام سے دامن بچانا انتہائی مشکل نظر آتا ہے۔ دینی جماعتوں میں اتحاد کا درد رکھنے والے دینی نظام تعلیم میں خط افتراق کھینچ کر نہ معلوم کس مقصد کی تکمیل کا عزم لے کر آئے ہیں۔ لارڈ میکالے کا انگریزی نظام تعلیم زہر ہلاہل ہے۔ زہر دودھ میں ڈالا جائے یا دودھ زہر میں نتیجہ ہلاکت کے سوا دوسرا نکلنا موہوم اور معصوم خواہش ہے۔

اللہ دین اور حاملان علوم دین کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اُمّتِ مُسلمہ کو اُمّت بنانے کی محنت کیجئے

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے وصال سے تین دن پہلے یعنی ۲۹ ذیقعد مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۶۵ء بروز منگل کے دن بعد نماز فجر رائیونڈ، ضلع لاہور) میں ایک اہم تقریر فرمائی تھی یہ آپ کی زندگی کی ایک اہم آخری تقریر تھی۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب

"دیکھو میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ ساری رات مجھے نیند نہیں آئی اس کے باوجود ضروری سمجھ کے بول رہا ہوں جو سمجھ کے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے چمکائے گا' ورنہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارے گا"۔

یہ امت بڑی مشقت سے بنی ہے۔ اس کو امت بنانے میں حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں اور ان کے دشمن یہود و نصاریٰ نے ہمیشہ اس کی کوششیں کی ہیں کہ مسلمان ایک امت نہ رہیں بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوں اب مسلمان اپنا امت پنا (یعنی امت ہونے کی صفت) کھو چکے ہیں۔ جب تک یہ امت بنے ہوئے تھے۔ چند لاکھ ساری دنیا پر بھاری تھے۔ ایک پکا مکان نہیں تھا مسجد تک پکی نہیں تھی۔ مسجد میں چراغ تک نہیں جلتا تھا۔ مسجد نبوی میں ہجرت کے نویں سال چراغ جلا ہے۔ سب سے پہلا چراغ جلانے والے تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں وہ ۹ھ میں اسلام لائے ہیں اور ۱۰ھ تک قریب قریب سارا عرب اسلام میں داخل ہو چکا تھا۔ مختلف قومیں و مختلف زبانیں' مختلف قبیلے ایک امت بن چکے تھے تو جب یہ سب کچھ ہو گیا۔ اس وقت مسجد نبوی میں چراغ جلا' لیکن حضور ﷺ جو نور ہدایت لے کر تشریف لائے تھے وہ پورے عرب میں بلکہ اس کے باہر بھی پھیل چکا تھا اور امت بن چکی تھی۔ پھر یہ امت دنیا میں اٹھی۔ جدھر کو نکلی ملک کے ملک پیروں میں گرے۔ یہ امت اس طرح بنی تھی کہ ان کا کوئی آدمی اپنے خاندان' اپنی برادری' اپنی پارٹی' اپنی قوم' اپنے وطن' اپنی زبان کا حامی نہ تھا۔ مال و جائیداد اور بیوی بچوں کی طرف دیکھنے والا بھی نہ تھا۔ بلکہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ اور رسول ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ امت جب ہی بنتی ہے جب اللہ اور رسول کے حکم کے مقابلے میں سارے رشتے اور تعلقات کٹ جائیں۔ جب مسلمان ایک امت تھے تو ایک مسلمان کے کہیں قتل ہو جانے سے ساری امت ہل جاتی تھی۔ اب ہزاروں لاکھوں گلے کٹتے ہیں اور کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔

امت کسی ایک قوم اور ایک علاقے کے رہنے والوں کا نام نہیں ہے بلکہ سینکڑوں ہزاروں قوموں اور علاقوں سے جڑ کر امت بنتی ہے۔ جو کسی ایک قوم اور ایک علاقے کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے۔ وہ امت کو ذبح کرتا ہے۔ اور اس کے ٹکڑے کرتا ہے۔ حضور ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محنتوں پر پانی پھیرتا ہے۔ امت کو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پہلے خود ہم نے ذبح کیا ہے۔ یہود و نصاریٰ نے تو اس کے بعد کٹی کٹائی امت کو کاٹا ہے۔ اگر مسلمان اب پھر امت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں بھی مل کر ان کا بال بیکا نہیں کر سکیں گی۔ ایٹم بم اور راکٹ ان کو ختم نہیں کر سکیں گے۔ لیکن اگر وہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم امت کے ٹکڑے کرتے رہے تو خدا کی قسم تمہارے ہتھیار اور تمہاری فوجیں تم کو نہیں بچا سکیں گی۔

مسلمان ساری دنیا میں اس لئے پٹ رہا اور مر رہا ہے کہ اس نے امت کو ختم کر کے حضور ﷺ کی قربانی پر پانی پھیر دیا ہے۔ میں یہ دل کے غم کی باتیں کہہ رہا ہوں۔ ساری تباہی اس وجہ سے ہے کہ امت امت نہیں رہی بلکہ یہ بھی بھول گئے کہ امت کیا ہے اور حضور ﷺ نے کس طرح امت بنائی تھی؟

امت ہونے کے لئے اور مسلمانوں کے ساتھ خدائی مدد ہونے کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ مسلمانوں میں نماز ہو' ذکر ہو' مدرسہ ہو' مدرسہ کی تعلیم ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ابن ملجم ایسا نمازی اور ایسا ذاکر تھا کہ جب اس کو قتل کرتے وقت غصہ میں بھرے لوگوں نے اس کی زبان کاٹنی چاہی تو اس نے کہا سب کچھ کرلو۔ لیکن میری زبان مت کاٹو تاکہ زندگی کے آخری سانس تک میں اس سے اللہ کا ذکر کرتا رہوں۔ اس کے باوجود حضور ﷺ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل میری امت کا سب سے زیادہ شقی اور بدبخت ترین آدمی ہوگا اور مدرسہ کی تعلیم تو ابو الفضل اور فیضی نے بھی حاصل کی تھی اور ایسی

حاصل کی تھی کہ قرآن پاک کی تفسیر بے نقط لکھدی۔ حالانکہ انہوں نے ہی اکبر کو گمراہ کر کے دین کو برباد کیا تھا۔ جو باتیں ان مُلّم ور ابو الفضل اور فیضی میں تھیں وہ امت بننے کے لئے اور خدا کی غیبی نصرت کے لئے کیسے کافی ہو سکتی ہیں؟

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے ساتھی دینداری کے لحاظ سے بہترین مجموعہ تھے۔ وہ جب سرحدی علاقے میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں نے ان کو اپنا بڑا بنایا تو وہاں کے کچھ مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات آگئی کہ یہ دوسرے علاقے کے لوگ' ان کی بات یہاں کیوں چلے۔ انہوں نے ان کے خلاف بغاوت کرائی۔ ان کے کتنے ہی ساتھی شہید کردیئے گئے اور اس طرح خود مسلمانوں نے' علاقائی بنیاد پر امت بننے کو توڑدیا۔ اللہ نے اس کی سزا میں انگریزوں کو مسلط کردیا۔ یہ خدا کا عذاب تھا۔

یاد رکھو میری قوم اور میرا علاقہ اور میری برادری یہ سب امت کو توڑنے والی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ باتیں اتنی ناپسند ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بڑے صحابی سے اس بارے میں جو غلطی ہوئی (جو اگر دبنہ گئی ہوتی تو اس کی نتیجے میں انصار اور مہاجرین میں تفریق ہوجاتی) اس کا نتیجہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دنیا ہی میں بھگتنا پڑا۔ روایات میں یہ ہے کہ ان کو جنات نے قتل کردیا اور مدینہ میں یہ آواز سنائی دی اور بولنے والا کوئی نظر نہ آیا۔

قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ
رمیناہ بسھم فلم نخطی فؤادہ

اس واقعہ نے ثابت کردیا اور سبق دیا کہ اچھے سے اچھا آدمی بھی اگر قومیت یا علاقے کی بنیاد پر امت بننے کو توڑے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کے رکھ دے گا۔

امت جب بنے گی جب امت کے سب طبقے بلا تفریق اس کام میں لگ جائیں جو حضور ﷺ دے کے گئے ہیں۔ اور یاد رکھو امت بننے کو توڑنے والی چیزیں معاشرت اور معاملات کی خرابیاں ایک فرد یا طبقہ جب دوسرے کے ساتھ ناانصافی اور ظلم کرتا ہے اور اس کا پورا حق اس کو نہیں دیتا اس کو تکلیف دیتا ہے یا اس کی تحقیر اور بے عزتی کرتا ہے تو تفریق پیدا ہوتی ہے اور امت بنا ٹوٹتا ہے' اس لئے میں کہتا ہوں کہ صرف کلمہ اور تسبیح سے امت نہیں بنے گی۔ امت معاملات اور معاشرت کی اصلاح سے اور سب کا حق ادا کرنے اور سب کا اکرام کرنے سے بنے گی۔ جب دوسرے کے لئے اپنا حق اور اپنا مفاد قربان کیا جائے گا۔

حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سب کچھ قربان کرکے اور اپنے پر تکلیفیں جھیل کے اس امت کو امت بنایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک دن لاکھوں کروڑوں روپے آئے۔ ان کو تقسیم کا مشورہ ہوا۔ اس وقت امت بنی ہوئی تھی۔ یہ مشورہ کرنے والے کسی ایک ہی قبیلے یا ایک ہی طبقے کے نہ تھے بلکہ مختلف طبقوں اور قبیلوں کے وہ لوگ تھے' جو حضور ﷺ کی صحبت کے اعتبار سے بڑے اور خواص سمجھے جاتے تھے' انہوں نے مشورے سے باہم طے کیا کہ تقسیم اس طرح پر ہو کہ سب سے زیادہ حضور ﷺ کے قبیلے والوں کو دیا جائے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے والوں کو' عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقارب تیسرے نمبر پر آئے۔ جب یہ بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے رکھی گئی تو آپ نے اس مشورے کو قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ اس امت کو جو کچھ ملا ہے اور مل رہا ہے حضور ﷺ کی وجہ سے اور آپ ﷺ کے صدقہ میں مل رہا ہے۔ اس لئے بس حضور ﷺ کے تعلق کو ہی معیار بنایا جائے جو نسب میں آپ کے زیادہ قریب ہوں ان کو زیادہ دیا جائے جو دوم' سوم' چہارم' نمبر ہوں ان کو اسی نمبر پر رکھا جائے۔ اس طرح سب سے زیادہ بنی ہاشم کو دیا جائے۔ اس کے بعد بنی عبد مناف کو' پھر قصی کی اولاد کو' پھر کلاب کو' پھر کعب کو' پھر مرہ کی اولاد کو۔ اس حساب سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبیلہ بہت پیچھے پڑ جاتا تھا اور اس کا حصہ بہت کم ہوجاتا تھا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی فیصلہ کیا اور مال کی تقسیم میں اپنے قبیلے کو اتنے پیچھے ڈال دیا۔ اس طرح بنی تھی یہ امت۔

امت بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سب کی یہ کوشش ہو کہ آپس میں جوڑ ہو پھوٹ نہ پڑے۔ حضور ﷺ کی ایک حدیث کا مضمون ہے کہ قیامت میں ایک آدمی لایا جائے گا جس نے دنیا میں نماز' روزہ' حج' تبلیغ' سب کچھ کیا ہوگا۔ مگر وہ عذاب میں ڈالا جائے گا۔ کیوں کہ اس کی کسی بات نے امت میں تفریق ڈالی ہوگی۔ اس سے کہا جائے گا پہلے اپنے اس ایک لفظ کی سزا بھگت لے' جس کی وجہ سے امت کو نقصان پہنچا۔ اور ایک دوسرا آدمی ہوگا جس کے پاس نماز' روزہ' حج وغیرہ کی بہت کمی ہوگی اور وہ خدا کے عذاب سے بہت ڈرتا ہوگا' مگر اس کو بہت ثواب سے نوازا جائے گا۔ وہ خود پوچھے گا کہ یہ کرم میرے کس عمل کی وجہ سے ہے۔ اس کو بتایا جائے گا کہ تو نے فلاں موقع پر ایک بات کہی تھی جس سے امت میں پیدا ہونے والا ایک فساد رک گیا اور بجائے توڑ کے جوڑ پیدا ہوگیا۔ یہ سب تیرے اسی لفظ کا صلہ اور ثواب ہے۔

امت کے بنانے اور بگاڑنے اور جوڑنے میں سب سے زیادہ دخل زبان کا ہوتا ہے۔ زبان سے ایک بات غلط اور فساد کی نکل جاتی ہے اور اس پر لاٹھی چل جاتی ہے اور پورا فساد کھڑا ہوجاتا ہے۔ اور ایک ہی بات جوڑ پیدا کردیتی ہے اور پھٹے ہوئے دلوں کو ملادیتی ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ زبانوں پر قابو ہو اور یہ جب ہوسکتا ہے کہ بندہ ہر وقت اس کا خیال رکھے کہ خدا ہر وقت اور ہر جگہ اس کے ساتھ ہے۔ اور اس کی ہر بات کو سن رہا ہے۔

مدینہ میں انصار کے دو قبیلے تھے اوس اور خزرج۔ ان میں پشتوں سے عداوت اور لڑائی چلی آرہی تھی۔ حضور ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے اور انصار کو اسلام کی توفیق ملی تو حضور ﷺ کی' اسلام کی برکت سے ان کی پشتوں کی لڑائیاں ختم ہوگئیں اور اوس و خزرج شیر و شکر ہوگئے۔ یہ دیکھ کر یہودیوں نے اسکیم بنائی کہ کس طرح ان کو پھر سے لڑایا جائے۔ ایک مجلس میں جس میں کئی قبیلوں کے آدمی موجود تھے۔ ایک سازشی آدمی نے اگلی پرانی لڑائیوں سے متعلق کچھ شعر پڑھ کر اشتعال پیدا کردیا۔ پہلے تو زبانیں ایک دوسرے کے خلاف چلیں پھر دونوں طرف سے ہتھیار نکل آئے۔ حضور ﷺ سے کسی نے جاکر کہا۔ آپ فوراً" تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے ہوتے ہوئے تم آپس میں خون خرابہ کرو گے۔ آپ ﷺ نے بہت مختصر مگر درد سے بھرا ہوا خطبہ دیا۔ دونوں فریقوں نے محسوس کرلیا ہمیں شیطان نے ورغلایا' دونوں روئے اور گلے ملے اور یہ آیتیں نازل ہوئی۔

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون

"اے مسلمانو! خدا سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنا چاہئے اور مرتے دم تک پورے پورے مسلم اور خدا کے فرماں بردار بندے بنے رہو۔" جب آدمی ہر وقت خدا کا خیال رکھے گا' اس کے قہر و عذاب سے ڈرتا رہے گا اور ہر دم اس کی تابعداری کرے گا تو شیطان بھی اسے نہیں بہکا سکے گا اور امت پھوٹ سے اور ساری خرابیوں سے محفوظ رہے گی۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولاتفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذکنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا O

اور اللہ کی رسی کو یعنی اس کی کتاب پاک اور اس کے دین کو سب مل کر مضبوطی کے ساتھ تھامے رہو۔ یعنی پوری اجتماعیت کے ساتھ اور امت بنے کی صفت کے ساتھ سب مل جل کر دین کی رسی کو تھامے رہو اور اس میں لگے رہو اور قوم کی بنیاد پر یا علاقے کی بنیاد پر یا کسی اور بنیاد پر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو اور اللہ کے اس احسان کو نہ بھولو کہ اس نے تمہارے دلوں کی وہ عداوت اور دشمنی ختم کر کے جو پشتوں سے تم میں چلی آرہی تھی۔ تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی اور تمہیں باہم بھائی بھائی بنادیا اور تم آپس میں لڑتے وقت دوزخ کے کنارے پر کھڑے تھے۔ بس گرنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تھام لیا اور دوزخ سے بچایا۔

شیطان تمہارے ساتھ ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جس کا موضوع ہی بھلائی اور نیکی کی طرف بلانا اور ہر برائی اور ہر فساد سے روکنا ہو۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون امت میں ایک گروہ وہ ہو' جس کا کام اور موضوع ہی یہ ہو کہ وہ دین کی طرف اور ہر قسم کے خیر کی طرف بلائے۔ ایمان کے لئے اور خیر اور نیکی کے راستے پر چلنے کے لئے محنت کرتا رہے۔ نمازوں پر محنت کرے ذکر پر محنت کرے۔ برائیوں اور معصیتوں سے بچانے کے لئے محنت کرے اور ان محنتوں کی وجہ سے امت ایک ہی امت بنی رہے۔

ولاتکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ماجاءھم البینات واولئک لھم عذاب عظیم ○

جو لوگ ان ہدایتوں کے بعد بھی شیطان کی پیروی کر کے اور الگ الگ راہوں پر چل کے اختلاف پیدا کریں گے اور امت کے امت بنے کو توڑیں گے تو ان پر خدا کی سخت مار پڑے گی۔

دین کی ساری چیزیں تعلیم اور جوڑنے والی اور جوڑنے کے لئے ہیں۔ نماز میں جوڑ ہے۔ روزہ میں جوڑ ہے' حج میں قوموں اور ملکوں اور مختلف زبانوں کا جوڑ ہے۔ تعلیم کے حلقے جوڑنے والے ہیں۔ مسلمانوں کا اکرام اور باہم محبت اور تحفہ تحائف کا لین دین یہ سب

جوڑنے والی اور جنت میں لے جانے والی چیزیں ہیں اور قیامت میں ان اعمال کے لئے محنتیں کرنے والوں کے چہرے نورانی ہوں گے اور ان کے برخلاف باہم بغض و حسد' غیبت' چغل خوری' توہین و تحقیر اور دل آزاری یہ سب پھوٹ ڈالنے والے اور توڑنے والے اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال ہیں اور ان اعمال والے آخرت میں رسوا ہوں گے۔

یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ فاماالذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بماکنتم تکفرون واماالذین ابیضت وجوھھم ففی رحمۃ اللہ فیھا خالدون○

جنہوں نے پھوٹ ڈال کے اور پھوٹ والے اعمال کر کے امت کو توڑا ہوگا' وہ قیامت کے دن قبروں سے کالے منہ اٹھیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے ایمان و اسلام کے بعد کفر والوں کا طریقہ اختیار کیا' اب تم یہاں دوزخ کا عذاب چکھو اور جو ٹھیک راستے پر چلتے رہے ہوں گے' ان کا چہرہ نورانی اور چمکتا ہوا ہوگا اور وہ ہمیشہ اللہ کی رحمت میں اور جنت میں رہیں گے۔

میرے بھائیوں دوستو! یہ سب آیتیں اس وقت اتری تھی جب یہود نے انصار میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی تھی اور ان کے دو قبیلوں کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کردیا تھا۔ ان آیتوں میں مسلمانوں کی باہمی پھوٹ اور لڑائی کو کفر کی بات کہا گیا ہے اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ آج ساری دنیا میں امت پنا توڑنے کی محنت چل رہی ہے۔ اس کا علاج اور توڑ یہی ہے کہ تم اپنے کو حضور ﷺ والی محنت میں لگادو' مسلمانوں کو مسجدوں میں لاؤ۔ وہاں ایمان کی باتیں ہوں' تعلیم اور ذکر کے حلقے ہوں' دین کی محنت کے مشورے ہوں مختلف طبقوں کے اور مختلف برادریوں کے اور زبانوں والے لوگ مسجد نبوی ﷺ کے طریقے پر ان کاموں میں جڑیں' تب امت پنا آئے گا۔ ان باتوں سے بچیں جن سے شیطان کو پھوٹ ڈالنے کا موقع ملے۔ جب تین بیٹھیں تو اس کا خیال رکھیں کہ چوتھا ہمارے ساتھ اللہ ہے۔ چار پانچ بیٹھیں تو ہمیشہ یاد رکھیں کہ پانچواں یا چھٹا اللہ ہمارے ساتھ ہی موجود ہے اور وہ ہماری ہر بات سن رہا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ ہم امت بنانے کی بات کر رہے ہیں یا امت پنا توڑنے کی۔ ہم کسی کی غیبت یا چغل خوری تو نہیں کر رہے' کسی کے خلاف سازش تو نہیں کر رہے۔ یہ امت حضور ﷺ کے خون اور فاقوں سے بنی تھی۔ اب ہم اپنی معمولی معمولی باتوں پر امت کو توڑ رہے ہیں۔ یاد رکھو! نماز جمعہ چھوڑنے پر بھی اتنی پکڑ نہیں ہوگی جتنی امت کے توڑنے پر ہوگی۔ امریکہ کی طاقتیں بھی ان کے سامنے جھکیں گی اور امت پنا جب آئے گا جب اذلۃ علی المؤمنین پر مسلمانوں کا عمل ہو۔ یعنی ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے مقابلے میں چھوٹا بنے اور ذلت و تواضع اختیار کرنے کو اپنائے۔ تبلیغ میں اسی کی مشق کرنی ہے۔ جب مسلمانوں میں اذلت علی الکفرین یعنی کافروں کے مقابلے میں زبردست اور غالب ضرور ہوں گے۔ چاہے وہ کافر یورپ کے ہوں یا ایشیاء کے۔

میرے بھائیوں دوستو! اللہ اور رسول ﷺ نے ان باتوں سے شدت اور سختی سے منع فرمایا ہے جن سے دلوں میں فرق پڑے اور پھوٹ کا خطرہ بھی ہو۔ دو دو چار چار الگ کانا پوسی کریں۔ اس سے شیطان دلوں میں بدگمانی پیدا کرسکتا ہے۔ اس سے منع فرمایا گیا اور اس کو شیطانی کام بتایا گیا۔ انما النجوی من الشیطان لیحزن الذین امنو ولیس بضارھم شیئا الاباذن اللہ اسی طرح تحقیر اور استہزاء اور تمسخر سے منع فرمایا گیا۔ لایسخر قوم من قوم عسی ان تکونوا خیر امنھم اس ہی بھی منع فرمایا گیا ہے کہ دوسرے کی کوئی برائی جو معلوم نہو' اس کو تجسس کر کے معلوم کیا جائے اور جو برائی کسی کو معلوم ہوگئی ہو' اس کو دوسروں کے سامنے ذکر کرنے سے منع فرمایا گیا اور غیبت کو حرام کیا گیا۔ غیبت اس کا نام ہے کہ جو واقعی برائی کسی کی معلوم ہو اس کا ذکر کسی سے کیا جائے۔ ولاتجسسو اولایغتب بعضکم بعضا۔ یہ تحقیر اور تمسخر اور تجسس اور غیبت سب وہ چیزیں ہیں جو آپس میں تفرقہ پیدا کرکے امت پنے کو توڑتی ہیں' ان سب کو حرام قرار دیا گیا اور ایک دوسرے کا اکرام و احترام کرنا جس سے امت جڑتی بنتی ہے۔ اس کی تاکید فرمائی گئی اور دوسروں سے اپنا اکرام چاہنے سے منع کیا گیا۔ کیوں کہ اس سے امت بنتی نہیں بگڑتی ہے۔ امت جب بنے گی جب ہر آدمی یہ طے کرے کہ میں عزت کے قابل نہیں ہوں' اس لئے مجھے عزت لینی نہیں بلکہ دوسروں کی عزت کرنی ہے۔ اور دوسرے سب لوگ اس قابل ہیں کہ میں ان کی عزت کروں' ان کا اکرام کروں۔

اپنے نفسوں اور اپنی ذاتوں کو قربان کیا جائے گا تو امت بنے گی اور امت بنے گی تو عزت لے گی' عزت اور ذلت روس اور امریکہ تک کے نقشوں میں نہیں ہے بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور اس کے یہاں اصول اور ضابطہ ہے۔ جو شخص یا قوم' خاندان' طبقہ چمکانے والے اصول اور اعمال لادے گا اس کو چمکاریں گے جو مٹنے والے کام کرے گا اس کو ہٹادیں گے۔ یہود نبیوں کی اولاد ہیں۔ اصول توڑے تو اللہ نے ٹھوکر مار کے ان کو توڑدیا صحابہ کرامؓ بت پرستوں کی اولاد تھے' انہوں نے چمکانے والے اصول اختیار کئے تو اللہ نے ان کو چمکادیا۔ اللہ کی رشتہ داری کسی سے نہیں۔ اس کے ہاں اصول اور ضابطہ ہے۔

دوستو! اپنے کو اس محنت پر جھونک دو کہ

باقی صفحہ [illegible] پر

قادیانی مبلغ کی صحبت میں

مرزائیوں کا اخلاقی و ذہنی زوال

قادیانی صاحب نے اپنے مذہب کی بنیاد نام نہاد روحانیت اور مذہب کے ولولہ پر رکھی تھی۔ اس لئے اسلامی جماعتوں کے پرجوش افراد ان کو اہل اللہ سمجھ کر بتعداد کثیر ان کے پیرو ہوئے۔ پس ان لوگوں کا مذہبی میلان اور قومی جوش ان کا ذاتی وصف تھا لیکن حسرت سے کہنا پڑتا ہے کہ الہامی صاحب نے ان لوگوں کی اسلامی غیرت اور مذہبی حرارت میں کچھ بھی اضافہ نہ کیا بلکہ ان کے اثر صحبت سے اس جلا پر پولیٹیکا کا زنگ آتا گیا۔ یہاں تک کہ اس فرقہ صلیب کی کامیابی اور اسلامی زوال و ہزیمت پر خوشیاں منائی گئیں۔ اہل اللہ کی برکت انفاس سے فیض پا کر لوگ محبت الٰہی میں ترقی کرتے ہیں۔ عشق الٰہی کی آگ بھر سینہ میں روشن ہوتی ہے اور دنیا و مالوفات دنیا کی محبت سے نجات ملتی ہے۔ لیکن قادیانی صاحب کی حاشیہ نشینی معکوس اثر رکھتی تھی۔ ان کا جلیس حب دنیا میں ترقی کرتا تھا اور محبت اسلام کی روشنی چند ہی روز میں معدوم ہو جاتی تھی۔ بعض احادیث نبویہ میں اہل اللہ کی ایک علامت یہ لکھی ہے کہ ان کے دیکھنے سے خدا یاد آئے۔ لیکن قادیانی صاحب کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔

مولوی احمد صاحب مرحوم متوطن ضلع جہلم سابق امام مسجد صوفی لاہور نے خاکسار راقم الحروف سے بیان کیا تھا کہ جب مرزا غلام احمد نے شروع شروع میں لدھیانہ میں لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی تو ان کا دعویٰ ہنوز مجددیت سے متجاوز نہ تھا۔ ان کی طرف سے بیعت کے جو مطبوعہ شرائط تقسیم ہوئے وہ مجھے پسند آئے۔ اس لئے میں ان کے پاس بغرض بیعت پہنچا لیکن ان کا چہرہ دیکھتے ہی میرا اشتیاق نفرت واستکراہ سے بدل گیا۔ اس لئے اُلٹے پاؤں وہاں سے واپس چلا آیا۔

قادیانی کی صحبت میں اہل اللہ کی سی تاثیر کا فقدان

مسیح قادیان کے منجھلے صاحبزادہ میاں بشیر احمد ایم اے قادیانی نے اپنی کتاب "سیرۃ المہدی" میں قطب الدین نام کسی مرزائی کا بیان شائع کیا ہے جو قادیان سے نکل کر اہل اللہ کی تلاش میں اطراف و اکناف ملک کے چکر لگاتا تھا لیکن خوبی قسمت اسے بار بار قادیان ہی کو کھینچ لاتی تھی۔ چنانچہ میاں بشیر احمد لکھتے ہیں۔ "مولوی قطب الدین صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ سلسلۂ بیعت سے پیشتر جب صرف مجددیت کا دعویٰ تھا میں نے حضرت (مرزا) صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ میں حضور کو صدق دل سے سچا سمجھتا ہوں اور مجھے قطعاً کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن جس رنگ کا اثر اہل اللہ کی صحبت میں سنا جاتا ہے وہ میں حضور کی صحبت میں بیٹھ کر اپنے اندر نہیں پاتا۔" حضرت نے فرمایا کہ آپ ملک کا ایک چکر لگائیے اور سب دیکھ بھال کر غور کیجئے کہ جس قسم کے اہل اللہ آپ تلاش کرتے ہیں اور جو اثر آپ چاہتے ہیں وہ دنیا میں کہیں موجود بھی ہے یا نہیں یا یہ صرف کہنے کی باتیں ہیں۔ پھر میں نے اسی غرض سے تمام ہندوستان کا ایک دورہ کیا اور سب مشہور مقامات مثلاً کراچی، اجمیر، بمبئی، حیدرآباد دکن اور کلکتہ وغیرہ میں گیا اور مختلف لوگوں سے ملا اور پھر سب جگہ سے ہو کر واپس پنجاب آیا۔ اس سفر میں مجھے بعض نیک آدمی بھی ملے لیکن بات نظر نہ آئی جس کی مجھے تلاش تھی۔

قطب الدین مذکور کا بیان ہے کہ جب میں قادیان کے قصد سے بٹالہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت مرزا صاحب یہیں بٹالہ میں ہیں۔ اس وقت آپ مولوی محمد حسین کے مکان پر پہنچا تو اس وقت آپ سیر سے واپس آ رہے تھے۔ میں نے ملاقات کی اور سفر کے حالات بیان کر کے بٹالہ ہی سے وطن چلا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد سلسلۂ بیعت بھی شروع ہو گیا اور مسیحیت کا دعویٰ بھی ہو گیا۔ لیکن میں بیعت سے رکا رہا۔ اس کے بعد ایک دفعہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۂ اول نے مجھ سے تحریک فرمائی کہ بیعت میں داخل ہو جانا چاہئے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے ہرگز کوئی اعتراض نہیں ہے اور میں دل سے سچا سمجھتا ہوں لیکن اتنا بڑا دعویٰ بھی ہوا اور پھر میں اثر سے محروم رہوں اور اپنے اندر وہ بات نہ پاؤں جو اہل اللہ کی صحبت میں سنی جاتی ہے تو پھر مجھے کیا فائدہ ہوا؟ یہ سن کر حضرت (مرزا) صاحب نے فرمایا کہ آپ کچھ عرصہ میرے پاس قیام کیجئے۔ اگر تسلی اور تشفی ہو تو آپ کو اختیار ہے۔ چنانچہ یہاں کچھ عرصہ ٹھہرا اور پھر بیعت سے مشرف ہو کر چلا گیا۔ جب میں نے بیعت کی درخواست کی تو حضرت

(مرزا) صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ کیا آپ کا اطمینان ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضور آپ کی صداقت کے متعلق تو مجھے کبھی شک نہیں ہوا۔ ہاں ایک اور خلش تھی سو وہ بھی بڑی حد تک خدا نے دور فرما دی ہے اس کے بعد صاحبزادہ میاں بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں کہ مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ بعض لوگوں نے ان کے سامنے ہی بعض اوقات حضرت صاحب کے متعلق اسی قسم کے خیال کا اظہار کیا تھا کہ آپ کی صداقت کے دلائل تو لاجواب ہیں اور آپ کی بزرگی بھی اظہر من الشمس ہے لیکن جو اثر اہلِ اللہ کی صحبت کا سنا جاتا ہے وہ محسوس نہیں ہوتا۔ (سیرۃ المہدی جلد ۲ صفحہ ۹۰-۱۴۱)

قادیانی کو اہل اللہ کی تاثیر صحبت سے انکار

یہ سب فیضانِ صحبت جس کا تذکرہ کتب تصوف اور سوانح مشائخ میں پایا جاتا ہے۔ ایمانِ کامل، تقویٰ و طہارت، اکلِ حلال، صدقِ مقال دوام ذکرِ الٰہی اور تبتل و انقطاع الی اللہ کے ساتھ مشروط ہے اور یہ وہ جنس ہے جو قادیان کے بازار تقدس میں بالکل نایاب تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مسیح صاحب کے جلساء ان کی صحبت سے کوئی اچھا اثر لے کر نہیں جاتے تھے بلکہ دن بدن تعلقات باللہ سے دور اور بیگانہ ہوتے جاتے تھے اور اخلاقی حالت یوماً فیوماً رو بہ زوال تھی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں اس کی وجہ یہ تھی۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

حضرت مسیح زمان صاحب جب اپنے باطنی تجود و حرمان کے باعث اپنے آپ کو عوام کی طرح بالکل کورا پاتے تھے تو اس کنوئیں کے مینڈک کی طرح جسے بیرونی دنیا کے وجود سے انکار ہوتا ہے اہل اللہ کے کمالات اور ان کی تاثیر صحبت ہی سے انکار کر دیتے تھے۔ چنانچہ سطور محررۂ صدر میں آپ نے مرزا جی کا یہ مقولہ پڑھا کہ جس قسم کے اہل اللہ آپ تلاش کرتے ہیں اور جو اثر آپ چاہتے ہیں وہ دنیا میں کہیں موجود نہیں یہ صرف کہنے کی باتیں ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ الہامی صاحب نے دوسرے وقت میں اسی اثر صحبت کو تسلیم بھی کیا۔ چنانچہ شہادۃ القرآن میں لکھتے ہیں۔

اور یہ کہنا کہ ہمارے لئے قرآن اور احادیث کافی ہیں اور صحبت صادقین کی ضرورت نہیں یہ خود مخالفت تعلیم قرآن ہے کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وکونوا مع الصادقین (صادقوں کے ساتھ رہو) اور صادق وہ ہیں جنہوں نے صدق کو علی وجہ البصیرت شناخت کیا اور پھر اس پر دل و جان سے قائم ہو گئے۔ آیۃ موصوفہ بالا بطور اشارات ظاہر کر رہی ہے کہ دنیا صادقوں کے وجود سے کبھی خالی نہیں ہوتی۔ کیونکہ دوام حکم کونوا مع الصادقین دوام وجود صادقین کو مستلزم ہے۔ علاوہ اس کے مشاہدہ صاف بتلا رہا ہے کہ جو لوگ صادقوں کی صحبت سے لاپروا ہو کر عمر گزارتے ہیں۔ ان کے علوم و فنون جسمانی جذبات سے ان کو ہرگز صاف نہیں کر سکتے۔ (شہادۃ القرآن مولفہ مرزا غلام احمد صفحہ ۵)

اسی طرح قادیانی صاحب ایک چٹھی میں لکھتے ہیں کہ نبیوں کے پاس دو ہتھیار تھے جن کے ذریعہ وہ فتح یاب ہوئے۔ ایک ظاہری طور پر قولی توجہ جو ہر ایک مخالف کو ملزم و ساکت کرتا تھا۔ دوسری بدجو نورانی اثر دلوں پر ڈالتی تھی۔ (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۲ صفحہ ۵۸) اور رسالہ درثمین میں جو قادیانی صاحب کی اُردو نظموں کا مجموعہ ہے الہامی صاحب کی ایک نظم زیرِ عنوان "چولہ صاحب اور بابا نانک کا اسلام" درج ہے جس میں قادیانی صاحب نے بتایا ہے کہ بابا نانک صاحب نے کس طرح ایک چشتی بزرگ سے فیضِ باطن اخذ کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

سنو مجھ سے اے لوگو نانک کا حال
سنو قصۂ قدرت ذوالجلال
ابھی عمر سے تھوڑے گزرے تھے سال
کہ دل میں پڑا اس کے دیں کا خیال
اسی جستجو میں وہ رہتا مُدام
کہ کس راہ سے سچ کو پاوے تمام
اُسے وید کی راہ نہ آئی پسند
کہ دیکھا بہت اس کی باتوں میں گند
پھر آخر کو نکلا وہ دیوانہ وار
نہ دیکھے بیاباں نہ دیکھے پہاڑ
طلب میں چلا بے خود و بے حواس
خدا کی عنایات کی کر کے آس
سفر میں وہ رو رو کے کرتا دُعا
کہ کر میرے کرتار مشکل کشا
میں قرباں ہوں دل سے تری راہ کا
نشاں دے مجھے مردِ آگاہ کا
کرم کر کے وہ راہ اپنی دکھا
کہ جس میں ہو اے میرے تیری رضا
بتایا گیا اس کو الہام میں
کہ پائے گا تو مجھ کو اسلام میں
مگر مرد عارف فلاں مرد ہے
کہ اسلام کی راہ میں فرد ہے
ملا تب خدا سے اُسے ایک پیر
کہ چشتی طریقہ میں تھا دستگیر
وہ بیعت سے اسکی ہوا فیض یاب
سُنا شیخ سے ذکرِ راہِ صواب
پھر آیا وطن کی طرف اُس کے بعد
ملے پیر کے فیض سے بختِ سعد
کوئی دن تو پردہ میں مستور تھا
زباں چُپ تھی اور سینہ میں نور تھا
نہاں دل میں تھا دردِ سوز و نیاز
شریروں سے چھپ چھپ کے پڑھتا نماز

اخلاقی تنزل کے باعث سالانہ میلہ کا التواء

جب کوئی شخص کسی بزرگ کی صحبت میں بیٹھتا ہے یا اس سے بیعت کرتا ہے تو اس کی یہی غرض ہوتی ہے کہ اس کی صحبت کی تاثیر سے برائیاں چھوٹ جائیں اور طبیعت نیکیوں کی طرف راغب ہو۔ اُمت مرزائیہ نے اپنے مسیح موعود کے اثر صحبت سے جو "اخلاقِ فاضلہ" حاصل کئے ان کا دھندلا سا عکس ملاحظہ ہو۔ الہامی صاحب نے اپنا وہ سالانہ میلہ جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء کو ہونے والا تھا موقوف کر دیا جس کے وجوہ و اسباب کتاب شہادۃ القرآن میں جو ۲۲ دسمبر ۱۸۹۳ء کو شائع کی یہ بیان

گئے اول یہ کہ اس جلسہ کا مدعا یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں نے اپنے اندر ایک ایسی تبدیلی حاصل کر لیں کہ انکسار اور تواضع اور راست بازی ان میں پیدا ہو۔ لیکن اس سے پہلے جلسہ کے بعد ایسا اثر نہیں دیکھا گیا بلکہ خاص جلسہ کے دنوں میں ہی بعض کی شکایت سنی گئی کہ وہ اپنے بعض بھائیوں کی بدخوئی سے شاکی ہیں اور بعض اپنے آرام کیلئے دوسرے لوگوں سے کج خلقی ظاہر کرتے ہیں۔

کج دل مرزائی بھیڑیے

اس کے بعد قادیانی صاحب رقم فرما ہیں۔ اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ جلسہ کے بعد کوئی بہت عمدہ اور نیک اثر اس جماعت کے بعض لوگوں میں ظاہر نہیں ہوا۔ اس اجتماع میں بعض دفعہ بباعث تنگی مکانات اور قلت وسائل مہمانداری ایسے نالائق رنجش اور خود غرضی کی سخت گفتگو بعض مہمانوں میں باہم ہوتی دیکھی ہے کہ جیسے ریل میں بیٹھنے والے تنگی مکان کی وجہ سے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔ اگر کوئی بیچارہ عین ریل چلنے کے قریب اپنی گٹھری سمیت دوڑتا دوڑتا ان کے پاس پہنچ جائے تو اس کو دھکے دیتے اور دروازہ بند کر لیتے ہیں کہ یہاں جگہ نہیں حالانکہ گنجائش نکل سکتی ہے۔ سو ایسا ہی یہ اجتماع بھی بعض اخلاقی حالتوں کے بگاڑنے کا ایک ذریعہ معلوم ہوتا ہے۔ جب تک خدا تعالیٰ ہماری جماعت میں کچھ مادہ نرمی اور ہمدردی اور خدمت اور جفاکشی کا پیدا نہ کرے تب تک یہ جلسہ قرین مصلحت نہیں معلوم ہوتا۔ اور اخئی مکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ تعالیٰ بار بار مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور دلی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اس عاجز سے بیعت کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آئیں اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بد اماں ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے۔ اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔ (اشتہار التوائے جلسہ منسلکہ کتاب شہادۃ القرآن صفحہ ۱-۲ و تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۶۶)

دو مرزائی اکابر میں جھگڑا

میاں بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ (مرزا صاحب کے خسر) میر ناصر نواب صاحب سے مولوی محمد علی (امیر جماعت احمدیہ لاہور) کی کشمکش ہو گئی تو میرا صاحب (خسر) نے مرزا صاحب (داماد) کے پاس جا کر شکایت کی جب مولوی محمد علی صاحب کو اس شکایت کا علم ہوا تو کہنے لگے کہ اگر ایسی شکایتیں شروع ہو گئیں تو ہم سے کوئی اسلامی کام نہ ہو سکے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم قادیاں سے چلے جائیں۔ یہ دیکھ کر حضرت مرزا صاحب نے مولوی محمد علی صاحب سے فرمایا کہ میر صاحب آئے تھے مگر مجھے معلوم نہیں وہ کیا کہہ گئے ہیں میں اپنے خیال میں مو تھا۔ گو میری جماعت نے قوت استدلال (بحیثیت و مناظرہ) میں کافی ترقی کر لی ہے اور مخالف بھی کمزوری ظاہر کرتا ہے مگر اصلی غرض جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں ابھی اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ یعنی جماعت میں مکارم اخلاق، تقویٰ و صلاح، اُسوۂ حسنہ پر عمل درآمد اسلام کو اپنا شعار بنا لونا موجود نہیں ہوا۔ (سیرۃ المہدی جلد اول صفحہ ۲۳)

طاعون زدہ مرزائیوں سے شرمناک سلوک

اسی طرح اور سنئے جس زمانہ میں طاعون زوروں پر تھا مرزا جی نے اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں یہ الہام شائع کیا **فان النار غلامنا بل غلام الغلمان** (آگ تو ہماری لونڈی بلکہ لونڈیوں کی لونڈی ہے) چونکہ مسیح صاحب پر اپنی قوت ایمانی کا حال بخوبی روشن تھا، طاعون زدہ افراد سے سخت پرہیز اور احتیاط رکھنے کے احکام صادر فرمائے۔ یہاں تک کہ جب دربار مسیحیت کے مقرب خاص میاں محمد افضل، ایڈیٹر البدر بھی اسی نار طاعون کے شعلوں کی نذر ہو گئے تو مسیح صاحب اور ان کے پیروؤں نے ان کی لاش سے کوئی ہمدردانہ سلوک نہ کیا بلکہ جس مسجد میں ان کی چارپائی الگ کی گئی تھی حسب ارشاد جناب مسیح صاحب اس مسجد کے کنویں سے رسی اور ڈول کئی دن تک اس خوف سے اتار دیا گیا کہ مبادا سقے اس کنویں کا پانی مرزا صاحب اور ان کے جلیل القدر پیروؤں کے گھروں میں لے جا کر وہاں طاعونی جراثیم پیدا کر دیں اور نہ کوئی مرزائی اس غریب کے جنازہ پر گیا۔ یہاں تک کہ قاضی امیر حسین بھیروی مرزائی کا جوان لڑکا بھی طاعون کا شکار ہوا اور مرزائیوں نے اس سے بھی وہی سلوک کیا جو محمد افضل سے روا رکھا تھا تو قاضی نے مرزا صاحب کے پاس جا کر واویلا کی اور سختی سے شکایت کی کہ آپ کے مرید تو کافروں اور مشرکوں سے بھی بدتر ہیں کسی میں ہمدردی کا مادہ نہیں۔ اس پر مرزا صاحب کو اپنی غلط کاری کا احساس ہوا اور انہوں نے اپنے پیروؤں کو جمع کر کے باہمی ہمدردی کے موضوع پر ایک لیکچر دیا اور الٹے خسر الدنیا والآخرۃ میں پڑ گئے۔ اور اگر قادیانی صاحب کو کوچۂ معرفت الٰہی کی ہوا بھی لگی ہوتی تو اُن کے صحبت داروں کے ایمان و اسلام پر چار چاند لگ جاتے۔ لیکن جہاں سرے سے ایمان و اسلام ہی ناپید ہو وہاں کسی نفع کی کیا امید ہو سکتی تھی۔ ڈاکٹر بشارت احمد مرزائی لکھتے ہیں کہ ایسے لوگ جن کی صحبت میں نفع کے بجائے نقصان پہنچے وہ خدا کے ولی نہیں ہوتے۔ شیطان کے ولی ہوتے ہیں۔ (پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۳۳ء

امت مرزائیہ کے بعض اخص افراد کو اپنے مسیح کے چشمۂ اخلاق سے جو فیض ملا، اس کا کچھ اور دھندلا سا عکس ملاحظہ ہو:-

حکیم مولوی نورالدین کا مرقع اخلاق

حکیم نورالدین آنجہانی کے متعلق ڈاکٹر مرزا

یعقوب بیگ مرزائی کی یہ رائے تھی۔ خلیفہ کا تلون بہت بڑھ گیا ہے۔ ذرا بھی مخالف خلیفہ صاحب کی رائے ہو تو برافروختہ ہو جاتے ہیں۔ (الفضل ۵ اگست ۱۹۲۴ء) ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرزائی لاہوری نے حکیم مولوی نورالدین صاحب کے متعلق یہ اظہار خیال فرمایا۔ مولوی نورالدین صاحب کی طبیعت میں ضد اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ دوسرے کی سن ہی نہیں سکتے۔ وصیت کو پس پشت ڈال کر خدا کے فرستادہ کے کلام سے بے پروائی کرتے ہوئے شخصی وجاہت اور حکومت ہی پیش نظر ہے۔ سلسلہ تباہ ہو تو ہو مگر اپنے منہ سے نکلی ہوئی بات نہ ملے پر نہ ٹلے۔ تکبر اور نخوت کی کوئی حد ہوتی ہے۔ (الفضل قادیان مورخہ ۵ اگست ۱۹۲۴ء) قاضی اکمل مرزائی نے اپنے مضمون میں مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ حضرت خلیفہ اول (حکیم نورالدین) کے حلقہ درس میں اعتراضات کی اجازت کے متعلق جو آپ لکھتے ہیں سو مولوی صاحب! کیا آپ وہی محمد علی تو نہیں ہیں جن کی نسبت میرے سامنے حضرت خلیفہ اول نے فرمایا۔ محمد علی کیا چیز ہے۔ اگر میں زور سے بولوں تو اس کا پیشاب نکل جائے۔ (الفضل ۱۲ اگست ۱۹۲۴ء)

منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ مرحوم نے جو سالہا سال الہامی صاحب کے حواریوں میں داخل رہ کر تائب ہوئے اور مرزا صاحب کی تردید کتاب "عصائے موسیٰ" لکھی وہ مولوی حکیم نورالدین خلیفہ اول کی راست گفتاری اور صدق بیانی کے متعلق فرماتے ہیں کہ حکیم نورالدین صاحب نے ایک اشتہار میں حلف اٹھایا کہ آتھم کے متعلق مرزا صاحب کی پیشین گوئی پوری ہو چکی ہے۔ حالانکہ اس اشتہار سے پہلے ایک شخص کے استفسار پر تحریری شہادت دے چکے تھے کہ وہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی (عصائے موسیٰ صفحہ ۳۷۰) منشی الٰہی بخش صاحب لکھتے ہیں۔ "مولوی نورالدین صاحب کی سچائی اور پرہیزگاری کا جو نمونہ خط و کتابت مندرجہ رسالہ "فلاں بیانی" میں موجود ہے وہ نہایت عبرتناک و پردہ بر انداز ہے۔ حکیم صاحب نے پہلے ایک خط بدرخواست ترک مخالفت اور برس چھ مہینہ تک نشان دیکھنے کے لئے خاموش رہنے کے متعلق بھیجا۔ پھر مکر گئے کہ میں نے ایسا کوئی خط نہیں لکھا۔ بعد میں جب وہ خط ظاہر ہونے لگا اور خط لانیوالے نے لوگوں کے سامنے وعدہ کیا کہ میں حکیم صاحب کا خط لا کر دکھادوں گا تو ناچار اس خط کو مشتہر کرنا پڑا۔ (عصائے موسیٰ صفحہ ۳۷۱)

خلیفہ المسیح حکیم نورالدین صاحب کی ایک مذموم عادت یہ تھی کہ روپیہ بری طرح اڑاتے تھے اور باوجودیکہ ریاست جموں و کشمیر سے چھ سو روپیہ ماہانہ مشاہرہ ملتا تھا تاہم ان کے اسراف و تبذیر کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ مقروض رہتے تھے حالانکہ خدائے قدوس نے بے جا خرچ کرنیوالوں کے حق میں فرمایا ہے ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین

خوبرو عورتوں کے جھرمٹ میں رہنا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔

(۲۶:۱۷) (مال کو بے موقع مت اڑاؤ کیونکہ بیضرورت خرچ کرنے اور بے موقع اڑانیوالے شیطانوں کے بھائی ہیں) باوجودیکہ حضرت مسیح زماں خود بھی انتہا درجہ مسرف تھے (جیسا کہ اس کی تصریح انشاء اللہ آئندہ اوراق میں آئے گی) تاہم حکیم نورالدین کا اسراف اور خرچ بے جا اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ قادیانی صاحب کو بھی اس کے خلاف لب کشائی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ ایک خط میں حکیم صاحب کو لکھا۔ آپ اپنے مصارف کی نسبت ہوشیار ہو جائیں کہ اپنی اموال سے قوام معیشت ہے اور اپنی ضرورت کے وقت بھی موجب ثواب عظیم ہو جاتے ہیں اور جیسا کہ آپ نے عہد کر لیا کسی حالت میں ثلث سے زیادہ خرچ نہ کریں۔ (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۲ صفحہ ۵۶)

خلیفۃ المسیح میاں محمود احمد کے "خصائل عالیہ"

لاہوری مرزائیوں کے آرگن "پیغام صلح" نے ۵ ستمبر ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں مرزا محمود احمد صاحب کے خلاف چند سوالات کی آڑ میں جو الزامات قائم کئے وہ یہاں درج کئے جاتے ہیں:۔ (۱) کیا میاں صاحب نے انہی دنوں قادیاں میں اٹھارہ ہزار روپیہ میں کوئی زمین خریدی ہے؟ (۲) کیا میاں محمود احمد صاحب کے خسر خلیفہ رشید الدین صاحب نے جو آج سے دو سال پہلے اپنے آپ کو زکوٰۃ کا مستحق ٹھہراتے اور انجمن سے اپنے بچوں کیلئے وظیفہ کے طلبگار تھے امرتسر اور اجنالہ کے درمیان موٹر ایجنسی قائم کی ہے؟ ہاں یہ دیانت و امانت کے کہاں تک قریب ہے جبکہ ملازم چار پانچ ماہ سے تنخواہ کے لئے رو رہے ہوں (الفضل ۲۵ ستمبر ۱۹۲۸ء) "پیغام صلح" نے ۱۶ جولائی کے پرچہ میں لکھا کہ آج جب ویمبلے کی نمائش اپنی تمام شان و شوکت کے ساتھ نظر کے سامنے ہے اور پیرس و فرانس کی آرائش اور حسن سوئٹزرلینڈ کے قدرتی مناظر، اٹلی کی تاریخی سیرگاہیں، وینس اور نیپلز کی مشہور بندرگاہیں نگاہوں میں بسی ہوئی ہیں اور اہرام مصری نظر آ رہے ہیں، میاں صاحب مع اسٹاف یورپ کو اڑے چلے جا رہے ہیں۔ کیا یہ بتایا جا سکتا ہے کہ جسقدر زرعی جائداد حضرت مسیح موعود اپنی وفات پر چھوڑ گئے تھے کیا وہ اسقدر کافی تھی کہ میاں صاحب کے موجودہ شاہانہ خرچ کا کوئی حصہ اس سے چل سکتا ہے؟ اگر کہے کہ بعد میں میاں صاحب نے زمین خریدی ہے تو سوال یہ ہے کہ خریدنے کیلئے روپیہ کہاں سے آیا؟ کیا قوم کے روپوں کے سوا کوئی ذریعہ بھی آمد کا تھا؟ جس قوم کے ایسے لیڈر ہوں اس کا خدا حافظ (الفضل ۲۸ ستمبر ۱۹۲۸ء)

پھر ۲۰ جولائی ۱۹۲۴ء کے "پیغام صلح" میں لکھا کہ آج میاں صاحب دمشق اور یورپ جا رہے ہیں۔ درجن بھر تو سٹاف ہے ضرورت یا عدم

ضرورت کا تو کوئی سوال نہیں۔ خیال یہ ہے کہ نمود و نمائش مکمل ہو۔ یہاں صاحب ولیم فاتح انگلستان ہونے کے مدعی ہیں۔ یورپ "خلافت کی شان و شوکت" کو دیکھ کر متحیر ہوگا۔ کیا فضل عمر (میاں محمود احمد) صاحب کی اس نمائش و کبریائی کا حضرت عمرؓ کی فروتنی و بے نفسی سے کوئی مقابلہ ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر ۲۳ جولائی کے پیغام میں لکھا ہمارے قادیاں کے پیرجی کا سیر و سیاحت کو جی چاہا تو مذہب کو آڑ بنا لیا اور بیچارے مریدوں کو طرح طرح کی طفل تسلیاں دیں کہیں کہا کہ "دیکھو جب شاہجہان بادشاہ کی بیوی کا مقبرہ بننے لگا تو محض یہ دیکھنے کے لئے کہ بادشاہ اس صرف زر کثیر کے لئے تیار بھی ہے یا نہیں انجینئر نے انہیں ایک لاکھ روپیہ کے ساتھ کشتی میں بٹھایا اور چلتے چلتے سارا روپیہ دریا میں بکھیر دیا" اور پھر چالیس ہزار روپیہ جو سیر و سیاحت پر خرچ ہوگا مریدوں کی نظر میں اسکی قدر و قیمت گھٹانے کیلئے یوں گوہر افشانی فرمائی کہ انگلستان کا ایک امیر بیس بیس ہزار میں ایک کتا اور تیس تیس ہزار میں گھوڑا خریدتا ہے گویا چالیس ہزار روپیہ جو آپ لے چلے ہیں کوئی بات ہی نہیں اور یہ خیال نہیں آیا کہ یہ بیچارے ہندوستانیوں کی گاڑھے پسینے کی کمائی ہے جسے یوں ضائع کرنا ایک اخلاقی جرم ہے۔ ہاں کوئی نواب صاحب سیاحت کیلئے نکلیں تو وہ اس قسم کی نمائش بیشک کریں اگر کبھی کسی مسرف نواب نے کوئی اسراف کیا ہو تو اسکی مثال اسکی زندگی میں نہ ملے گی (الفضل ۲۸ ستمبر)

میاں محمود احمد مہ جبینوں کے جُھرمٹ میں

خلیفۃ المسیح میاں محمود احمد صاحب خوش جمال عورتوں کے بڑے قدر شناس اور ناز بردار معلوم ہوتے ہیں اور اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ حسینوں کے جھرمٹ میں رہیں۔ ایک مرتبہ خلیفہ صاحب کے ایک مخلص مرید چودھری فضل الرحمن ٹھیکیدار ساکن سرائے عالمگیر ضلع جہلم کی جو شامت آئی تو وہ خلیفہ صاحب سے یہ سوال کر بیٹھے کہ جب آپ عورتوں کے جلسہ میں صدر منتخب ہو چکے ہیں تو اپنے ارد گرد خوبصورت عورتوں کا پہرہ رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس سوال پر میاں صاحب آگ بگولہ ہوگئے اور فرمایا کہ تم بڑے گستاخ اور بے ادب ہو اس کے بعد خلیفہ صاحب نے بورڈ پر فضل الرحمن کا نام درج کر کے یہ لفظ لکھ دیا "مقاطعہ" اور حکم دیا کہ کوئی شخص اس سے ہمکلام نہ ہو اور اسے قادیاں سے نکل جانے کو کہیں چودھری صاحب نے یہ رنگ دیکھ کر خود ہی بوریا بستر سنبھالا اور قادیاں سے چل دیئے۔ (پیغام صلح مورخہ ۶ اگست ۳۲ء) یہ صاحب قادیانیوں سے کٹ کر لاہوری مرزائیوں میں آملے۔ ہدایت قسمت میں نے تھی موس کا کیا حال ہوگا جس کا یہ روحانی خلیفہ ہے۔ افسوس یہ صاحب اس ضرب المثل کا مصداق بن کر رہ گئے کہ آسمان سے گرا اور کھجور میں اٹکا۔ قادیانی حریفوں سے کچھ غنیمت ہیں۔ تاہم الحاد و مارقیت کے لحاظ سے دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔

●●

عشرہ ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل

قاری عنایت الرحمٰن رحمانی

ماہ ذی الحجہ کے شروع کے دس دن اسلام میں خاص دن ہیں احادیث مبارکہ میں ان کو سب سے افضل اور سب سے زیادہ عظمت والے ایام بتایا گیا ہے ان ایام میں عبادت اور ذکر و تلاوت کے خصوصی فضائل ہیں۔ بقر عید کا دن خوشی اور مسرت کا دن ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں عمل صالح اللہ تعالیٰ کے ہاں ان (ذی الحجہ کے) دس دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا جہاد بھی ان کے برابر نہیں؟ آپؐ نے فرمایا جہاد بھی ان کے برابر نہیں مگر وہ شخص جو جان، مال لے کر جہاد کے لئے نکلے پھر ان میں سے کوئی چیز بھی واپس نہ لائے۔ (بخاری)

حضرت ابن عباسؓ ہی سے روایت ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ عظمت والا کوئی دن نہیں اور نہ ان دنوں کے عمل سے اور کسی دن کا عمل زیادہ محبوب ہے لہذا تم ان دنوں میں تسبیح و تہلیل اور تکبیر و تحمید کثرت سے کیا کرو۔ (طبرانی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں عبادت اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ پسند ہو عشرہ ذی الحجہ میں سے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور اس کی ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔ (مجمع الزوائد)

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بقر عید کی نویں تاریخ کے روزے کے بارے میں کہ میں اللہ تعالیٰ سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ وہ اس کی وجہ سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ فرمادیں گے۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دونوں عیدوں کی راتوں کو ثواب کا یقین رکھتے ہوئے زندہ رکھا تو اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوجائیں گے۔ (ابن ماجہ)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ صلی حضور اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے (ذکر و عبادت کے ذریعہ) پانچ راتیں زندہ رکھیں اس کے لئے جنت واجب ہوگئی (وہ پانچ راتیں یہ ہیں) آٹھ ذی الحجہ کی رات، عرفہ کی رات، بقر عید کی رات، عید الفطر کی رات اور پندرہویں شعبان کی رات۔ (کذافی الترغیب)

شب بقر عید کی ناقدری

احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ عشرہ ذی الحجہ کی ساری راتیں بڑی فضیلت والی ہیں، پھر ان میں آٹھویں، نویں اور دسویں تاریخ کی راتیں اور بھی اہم ہیں پھر ان میں بھی بقر عید کی شب جو عشرہ ذی الحجہ کی آخری شب ہے اور بھی اہم رات ہے مگر افسوس کہ ہم نے ان سب برکتوں سے اپنے آپ کو محروم کیا ہوا ہے اور نہ صرف محروم بلکہ اس مبارک شب کو لغویات، فضول باتوں لایعنی کاموں اور طرح طرح کے گناہوں میں گزار دیتے ہیں۔

کچھ لوگ تو اس مبارک رات میں شطرنج اور چوسر وغیرہ مختلف کھیلوں میں مصروف ہو کر یہ رات گزار دیتے ہیں حالانکہ یہ کھیل حرام ہیں بالفرض کوئی کھیل اگر جائز بھی ہو تب بھی یہ مبارک رات لہو و لعب کے لئے نہیں، عبادت و طاعت کے لئے ہے۔ اس کو عبادت ہی میں مشغول رکھنا چاہئے جائز اور مباح کھیلوں سے بھی اجتناب کرنا چاہئے۔

بہت سے لوگ ٹی وی کے پروگرام دیکھنے میں مصروف رہتے ہیں حالانکہ ٹی وی متعدد مفاسد اور بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے جس کی بناء پر اس کو دیکھنا جائز نہیں اگرچہ پروگرام مذہبی اور تعلیمی نوعیت کے ہوں، اس مقدس شب میں اس لعنت میں مبتلاء ہونا اس کے گناہ کو اور بھی سخت کر دیتا ہے لہذا اس نامراد چیز سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

بعض لوگ اس مبارک رات میں بازاروں کی سجاوٹ اور خریداروں کی کثرت دیکھنے کے لئے بازاروں میں تفریح کرتے ہیں جب کہ بازار روئے زمین پر حق تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ بد تر اور مبغوض ہیں لہذا اس مبارک رات میں بجائے کچھ عبادت کرنے کے بازار میں وقت ضائع کرنا اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت سے بالکل محروم کرنا ہے۔

الغرض رمضان المبارک کے بعد ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن اور ان کی راتیں بڑی مبارک ہیں، بندۂ مؤمن جس کی زندگی کا مقصد صرف حق تعالیٰ کی رضاء اور حصول جنت ہے اس کے لئے یہ بہت ہی نادر موقع ہے جو حق تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے عطا فرمایا ہے، ان ایام اور مبارک لیل و نہار کو بے حد غنیمت سمجھا جائے۔ بدعات اور دیگر فضول کاموں سے اجتناب کر کے ہر شخص کو اپنی طاقت کے مطابق ان ایام میں زیادہ سے زیادہ عبادت و طاعت، ذکر و تلاوت، تسبیح و مناجات اور توبہ و استغفار کا اہتمام کرنا چاہئے۔

قربانی کی فضیلت

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ بقر عید کی دس تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کرنے والا اپنے جانور کے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا (اور یہ چیزیں ثواب عظیم ملنے کا ذریعہ بنیں گی) نیز فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں شرف قبولیت حاصل کر لیتا ہے لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (ترمذی)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے فاطمہ! جاؤ اپنی قربانی پر حاضری دو کیونکہ اس کے خون سے جونہی پہلا قطرہ گرے گا تمہارے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے نیز وہ جانور (قیامت کے دن) اپنے خون اور گوشت کے ساتھ لایا جائے گا اور پھر اسے ستر گنا (بھاری کر کے) تمہارے میزان میں رکھا جائے گا۔ (حضرت ابو سعیدؓ آپ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ یہ فضیلت آل محمد کے لئے بطور خاص ہے اور عام مسلمانوں کے لئے بھی عام ہے۔ (کذافی الترغیب)

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ یہ قربانی کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ اس میں ہمارا کیا فائدہ ہے آپ نے فرمایا کہ ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی انہوں نے پھر عرض کیا یارسول اللہ اون کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اون کے ہر بال کے عوض بھی ایک نیکی ملے گی۔ (الترغیب والترہیب)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی وہ قربانی نہ کرے تو ہماری عید گاہ میں حاضر نہ ہو۔ (کذافی الترغیب)

بقیہ، اُمّت بنانے کی محنت

حضور ﷺ کی امت میں امت پنا آجائے۔ اس میں ایمان و یقین آجائے۔ یہ ذکر و تسبیح اور تعلیم والی، خدا کے سامنے جھکنے والی، خدمت کرنے والی، برداشت کرنے والی، دوسروں کا اعزاز و اکرام کرنے والی امت بن جائے۔ نجوانہ کرنے والی، اپنے بھائیوں اور ساتھیوں کی تحقیر اور تمسخر اور تجسس و غیبت نہ کرنے والی امت بن جائے۔ اگر کسی ایک علاقے میں بھی محنت اس طرح ہونے لگے جس طرح ہونی چاہئے۔ تو ساری دنیا میں بات چل پڑے۔

اب اس کا اہتمام کرو کہ مختلف قوموں، علاقوں اور طبقوں اور مختلف زبانوں والوں کو جوڑ جوڑ کر جماعتوں میں بھیجو اور اصول کی پابندی کراؤ۔ پھر انشاء اللہ امت بننے والا کام ہوگا اور شیطان اور نفس، خدا نے چاہا تو کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔

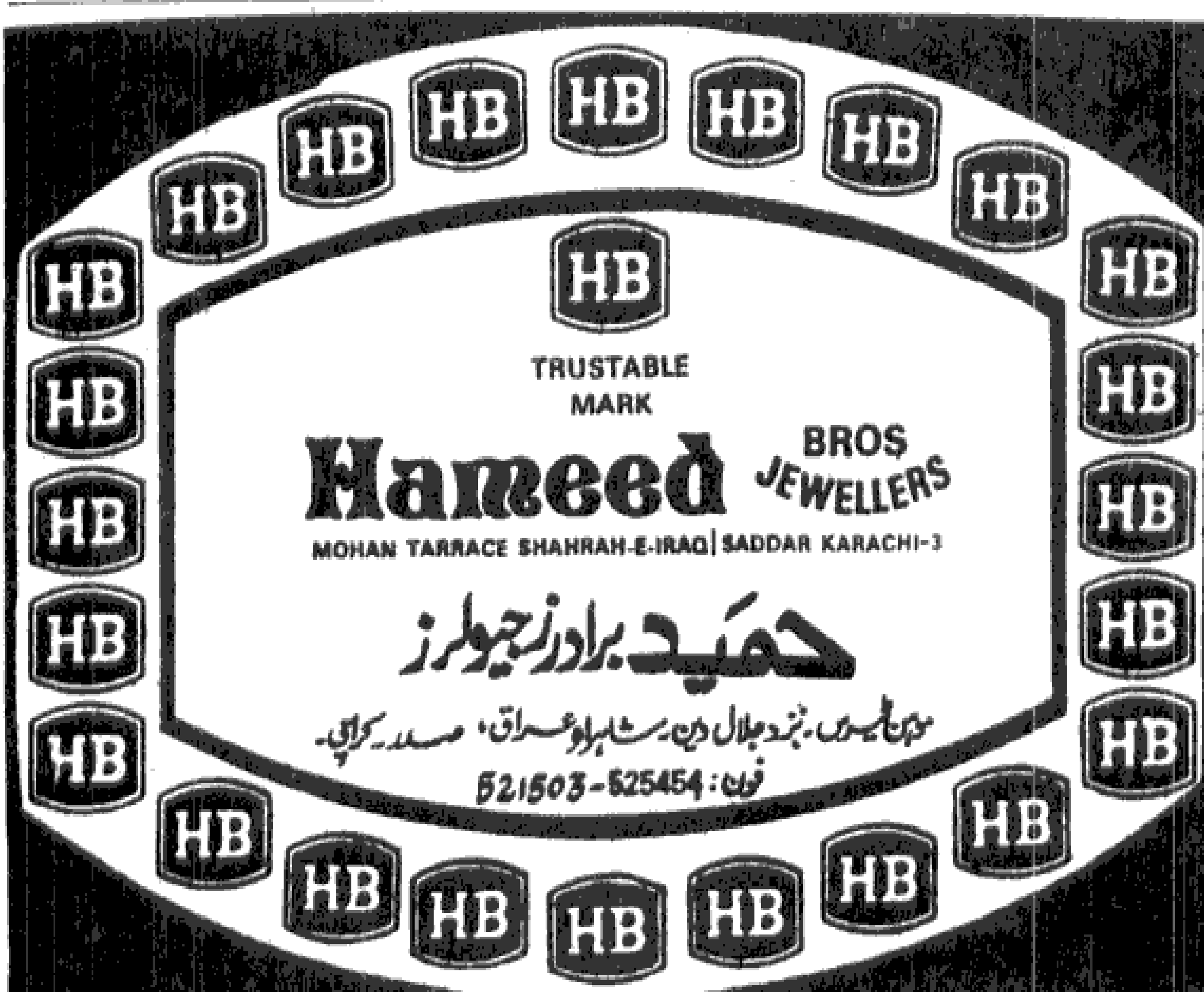

بین الاقوامی ایجنسیاں اور ان کا طریقہ کار

اقوام عالم میں اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے دشمنی اور عداوت کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں۔ اول دائمی اور دوم وقتی۔

دنیا میں کسی گروہ یا قوم کو اسلام یا مسلمانوں سے ممکن ہے کہ وقتی طور پر کوئی تکلیف پہنچ جائے یا شکایت ہو جائے اور یہ جذبہ عناد اور عداوت کی شکل اختیار کرلے۔ ایسی دشمنی وقتی ہوا کرتی ہے اور وقت کے گذرنے کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔

اس کے برعکس ایک دوسری صورت حال ہے جس کا تعلق حیات ارضی اور تاریخ انسانی میں قوموں کی تقدیر سے ہے۔ تاریخ کی صورت اور دشمنی کی یہ روداد مستقل اور خط مستقیم میں رواں ہوتی ہے۔ ایسی عداوت کے اسباب دائمی ہوتے ہیں اور قوموں کی تاریخ کے ساتھ ہی ختم ہوتے ہیں۔

وقتی دشمنی اگر دائروں کے مانند ہے تو دائمی دشمنی خط مستقیم کی طرح ہے۔

اسلام اور مسلمانوں سے وقتی دشمنی تو کسی بھی قوم یا گروہ کو ہو سکتی ہے۔ لیکن اسلام اور مسلمانوں سے دائمی دشمنی صرف دو قوموں میں پائی جاتی ہے۔ تاریخ کا یہ تجزیہ خود قرآن نے کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین آمنوا الیهود والذین اشرکوا (المائدہ ۸۲)

ترجمہ۔ تمام انسانوں سے زیادہ ان لوگوں سے جو ایمان لائے عداوت رکھنے والے آپ یہود اور ان لوگوں کو پائیں گے جنھوں نے شرک کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو قومیں دنیا میں ایسی ہیں جنھیں اہل ایمان سے سخت عداوت ہوگی۔ یہ دو قومیں ہیں یہود اور وہ لوگ جنھیں قرآن نے "الذین اشرکوا" کہا ہے۔

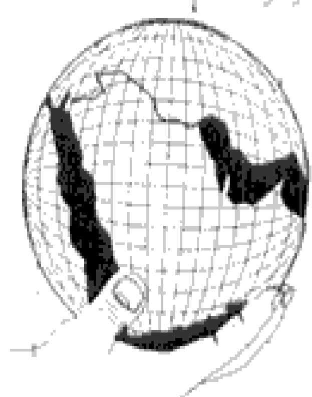

وقتی عداوت وقتی کشاکش کا نتیجہ ہوتی ہے۔ کبھی وقتی دشمنی کا سبب وقتی محرومی ہوتی ہے۔ لیکن دائمی دشمنی دراصل کسی دائمی محرومی کا آئینہ دار ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر کسی قوم کو اسلام اور مسلمانوں سے دائمی دشمنی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے اس قوم کے افراد کے دل میں دائمی محرومی کا کوئی احساس جاگزیں ہے۔

اس جگہ چند آیات قرآنی اور احادیث نبوی کی طرف آپ حضرات کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ حضرات اس کے سیاق و سباق اور ماله وماعلیہ سے واقف ہیں لہٰذا اس سلسلے میں کوئی تفصیل مقصود نہیں۔ میرا مدعا تو بس یہ ہے کہ وہ باتیں جو آئندہ آئیں گی ان پر غور کرتے ہوئے ان آیات و احادیث کو بھی مد نظر رکھیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔

عن ابی سعید الخدری عن النبی ﷺ قال لتتبعن سنن من قبلکم شبراً شبراً ذراعاً ذراعاً حتی لودخلوا جحرضب تبعتموهم قلنا یارسول اللہ الیهود والنصاریٰ قال فمن (بخاری باب اعتصام الکتاب والسنۃ)

اس حدیث سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ مسلمان یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلنے کے فتنے میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

دوسری حدیث مسند احمد کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

قال رسول اللہ ﷺ لکل امۃ فتنۃ و فتنۃ امتی المال (مسند احمد ص ۱۶۰)

اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عہد رسالت کے بعد قیامت تک امت مال کے فتنے میں مبتلا ہو سکتی ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

۳عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لاتقوم الساعۃ حتی تقاتلوا الیهود حتی یقول الحجر ورائه الیهودی یا مسلم هذا یهودی ورائی فاقتله (بخاری کتاب الجهاد)

مذکورہ تینوں احادیث سے اہل ایمان اور یہود کے مابین صورت حال کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہود کی روش' ان کے پیدا کردہ فتنوں' اور ان سے امت مسلمہ کی آخری جنگ کی تفصیل معلوم ہوتی ہے۔

سورۃ المائدہ آیت ۸۲ میں مذکور "النبی

نشر کوا" اگرچہ عام اور خاص' محدود و غیر محدود دونوں ہی معنی میں لئے گئے ہیں لیکن تمام دلائل و قرائن پر غور کرنے سے یہ اصطلاح ہنود کے لئے' اسی طرح خاص معلوم ہوتی ہے جس طرح یہود کے لئے اسی آیت میں مذکور لفظ "الیہود"۔

یہاں چونکہ اس کا موقع نہیں کہ دلائل و قرائن بیان کئے جائیں لہٰذا ان سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف تین باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو موجودہ صورت حال اور مسائل کے سمجھنے میں معاون ہو سکتی ہیں۔

۱۔ یہود و ہنود اصلاً" نسلی تفوق کے نظریے پر قائم ہیں۔

۲۔ دونوں کی اسلام اور مسلمانوں سے کشمکش وقتی ہونے کے بجائے دائمی نوعیت کی ہے۔

۳۔ گذشتہ تین سو سالوں سے دونوں کے مابین مقامی اور عالمی ہر دو سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تحالف ہے۔ بلکہ ہنود کی علمی و فکری نشاۃ الثانیہ جو ہندوستان میں برطانوی تسلط کے زمانے میں ہوئی دراصل یہود مستشرقین کی مرہون منت ہے۔

اس سلسلے میں آنحضور ﷺ کی دو احادیث نہایت درجہ قابل غور ہیں۔ دونوں ہی حدیثیں سند کے اعتبار سے جید ہیں۔

۱ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصابتان من امتی احرزھما اللہ من النار' عصاصبۃ تغز والھند وعصابۃ تکون مع عیسٰی بن مریم علیھما السلام۔

۲ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ انہ قال وعدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ الھند فان ادرکتھا انفق فیھا نفسی فان اقتل کنت افضل الشھداء وان ارجع فانا ابو ھریرۃ المحرر۔

(سنن نسائی و مسند احمد)

پہلی حدیث امام نسائی نے سنن میں غزوۃ الہند کے عنوان کے تحت اور دوسری امام طبرانی نے حضرت ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے۔

حدیث کا ترجمہ۔

ان دونوں احادیث سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ۔

۱۔ اسلام اور مسلمانوں کا ہند اور یہاں کے اقوام و حالات سے ایک غیر معمولی تعلق ہے۔

۲۔ یہ تعلق اس درجہ غیر معمولی ہے کہ اس کی خبر آنحضور ﷺ نے دی۔

۳۔ پہلی حدیث سے اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً" وقت' حالات اور طریقہ کار کے اعتبار سے معرکہ عیسٰی ابن مریم علیہ السلام یعنی معرکہ دجال اور معرکہ ہند میں مشابہت' مماثلت اور تقرب زمانی ہے۔

مجموعی اعتبار سے مذکورہ تمام احادیث' اس عداوت اور کشمکش کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو دائمی ہے۔

دنیا میں یوں تو سینکڑوں قومیں آباد ہیں لیکن ان میں تین ایسی ہیں جن کے مزاج میں ایک مخصوص بات پائی جاتی ہے۔ ماہر نسلیات کی اصطلاح میں اس مزاج کا نام انسولر ہے۔ انسولر مزاج سے کسی قوم کی وہ خصوصیت مراد ہے جس کی بنیاد خالصتاً" خون' ہڈی اور نسل پر ہے۔ اور جس کا رخ اپنے اندرون کی طرف ہوتا ہے اور ہر معاملے میں وہ قوم نسلی اور خونی اعتبار سے دیگر قوموں سے خود کو ممیز رکھتی ہے۔ غالب' ہم رتبہ اور مغلوب ہر صورت میں اور ہر حالت میں یہ عصبیت پر قرار رہتی ہے۔

دنیا کی وہ تین قابل ذکر انسولر قومیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ یہود

۲۔ ہنود

۳۔ پارسی یعنی زرد شتی

تیسری قوم یعنی پارسی یا زرد شتی قلت تعداد کے سبب تاریخ عالم میں اب تقریباً" غیر موثر ہے۔ اس اعتبار سے دنیا میں دو ہی قومیں باقی رہتی ہیں۔

۱۔ یہود اور ۲۔ ہنود یعنی برہمن۔

برہمن ہی دراصل بنیادی طور پر ہندو ہیں۔ باقی دیگر قومیں خواہ وہ خود کو ہندوؤں کا حصہ ہی کیوں نہ سمجھتی ہوں یا بتائی جاتی ہوں اس کی آلہ کار ہیں یا غلام۔ مذکورہ حدیث میں اہل ہند سے مراد برہمن ہی ہیں اور دیانت ہندو سے مراد دیانت برہمن ہے۔

یہ دونوں قومیں نسلی تفوق کی بنیاد پر قائم ہیں۔ کوئی شودر' ویشیہ یا چھتری خواہ کتنا ہی کھرا ہندو ہو جائے وہ نہ برہمن ہو سکتا ہے نہ برہمن کی مذہبی مراعات پا سکتا ہے۔ اسی طرح کوئی غیر ہندو اگر ہندو مذہب قبول کرلے تو وہ ممکن ہے چھتری' ویشیہ یا شودر میں سے کسی طبقے میں شامل کرلیا جائے لیکن وہ برہمن نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ دیانت ہنود کی بنیاد عقیدہ نہیں بلکہ نسل ہے۔

اسی طرح دیانت یہود کی بنیاد نسل ہے۔ یہود کسی کو یہودی نہیں بناتے۔ اگر کوئی یہودیت قبول بھی کرلے تو یہودی نہیں بن سکتا۔ ہاں اصلی یہودی کوئی نام دیکر انھیں اپنا آلہ کار ضرور بنالیتے ہیں۔

چنانچہ یہودیوں نے بہت سی قوموں کے افراد کو یہودی قرار دیکر اسرائیل میں آباد کیا ہے خود اس انکشاف کے سلسلے میں جو یہودی سارے عالم میں اپنے گمشدہ قبیلوں کے لئے کر رہے ہیں انکی تحقیق کی بنیاد کسی قوم کی نسلی مشابہت ہے۔

مثلاً" سوڈان کی ایک قوم کو انھوں نے یہودی قرار دیا اور انھیں فلاشا(FALASHA) کا نام دیکر لاکھوں کی تعداد میں اسرائیل میں آباد کر رہے ہیں ابھی چند ماہ قبل شمال مشرقی ہندوستان کے صوبے میزورم میں بعض قبیلوں کو انھوں نے یہودی قرار دیا ہے۔ ان کی کوشش ہے کہ انھیں اسرائیل منتقل کیا جائے۔ شاید یہ ان کی ایک ضرورت بھی ہو۔ اس لئے کہ اسرائیل کی حفاظت کے لئے جان کی قربانی کی ضرورت ہے اور یہودی موت سے گھبراتے ہیں۔

اس صدی میں فلسطین میں آباد ہونے والے یہودیوں کی ابتدائی آبادی دو طرح کے یہودیوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ سفرڈم (SEPHERDIM)

۲۔ آش کے نازم (ASHKENAZIM)

یہ دونوں اگرچہ موجودہ یہودیوں کی اشراف آبادی ہے لیکن آش کے نازم وہ اصل یہودی ہیں جو اسرائیل کے مالک ہیں۔

یہاں ایک اور حدیث کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اگرچہ اس کا ذکر علامہ محمد طاہر بن علی گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات میں کیا ہے۔ اور علامہ حسین بن محمد صغانی لاہوری نے اسے موضوع قرار دیا ہے لیکن دو ایسی باتیں اور سوال ہیں جن کے سبب اس حدیث کے غث یا سمین ہونے کے سلسلے میں از سر نو غور و فکر کی ضرورت ہے۔

پہلی بات یہ کہ

۱۔ یہ حدیث آٹھویں صدی ہجری سے قبل مشہور چلی آتی ہے۔ اس زمانے میں اس حدیث کے گھڑنے کی ضرورت (اگر یہ فی الواقع گھڑی ہوئی ہے) کیوں پیش آئی اس کے پیچھے کیا عوامل ہو سکتے ہیں؟ کیا اس حدیث کے مفہوم کی تصدیق کرتی ہوئی کوئی اور حدیث بھی مروی ہے جو مضبوط ہو؟ درایت کے اعتبار سے اس کا کیا مقام ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ اسے محض اس بنا پر موضوع قرار دیا گیا ہے کہ اس کا راوی کذاب یا مجہول تھا؟

۲۔ ایک حدیث جو آٹھویں صدی ہجری سے قبل مشہور ہوا اس میں یہود و ہنود کی یکجا روایت اور ان میں تقریب مزاج و طبع کی تحقیق کیا معنی رکھتی ہے۔ آج دونوں کے یکجا بیان کے کچھ خارجی عوامل ہیں۔ کل وہ عوامل بظاہر مفقود نظر آتے ہیں۔ اور پھر اس وقت مسلمانوں کی قوت قاہرہ کے سامنے ایسی حدیثوں کے گھڑنے کی وجہ اور بھی معدوم ہو جاتی ہے۔ اور اگر یہ یہود و ہنود میں سے کسی کی گھڑی ہوئی ہے تو یہ تو خود دلیل محکم ہو جائے گی۔ حدیث درج ذیل ہے۔

"انفو الیہود والھنود' ولو بسبعین بطنا"

خود اس حدیث میں چند ایسے داخلی شواہد موجود ہیں جو از سر نو غور کرنے کی طرف لے جاتے ہیں۔

چنانچہ دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کو دائمی طور پر انھیں دو قوموں سے سابقہ پیش آ سکتا ہے۔

ہر چند کہ عیسائی بھی مسلمانوں کے دشمن رہے۔ ان سے عہد خلافت راشدہ سے لے کر بہت بعد کے دنوں تک معرکہ آرائی رہی۔ لیکن بایں ہمہ متعدد وجوہات کی بنا پر ان کی عداوت اگر وقتی قرار نہیں دی جا سکتی تو دائمی بھی قرار نہیں دے جا سکتی۔ اس کے درج ذیل اسباب ہیں۔

۱۔ اصل عیسائیوں کی عداوت مسلمانوں سے نظام عالم کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ ۱۴۵۳ عیسوی تک تسلیم کی جا سکتی ہے۔ مشرقی رومی سلطنت یا بازنطینی سلطنت کے خاتمے کے ساتھ اصل عیسائی سواد اعظم کی قوت جاتی رہی۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی متفق علیہ حدیث ہے وقیصر لیھلکن ثم لا یکون قیصر بعدہ اس کی خبر معلوم ہوتی ہے۔

۲۔ جامع مسلم میں نافع بن عتبہ کی روایت سے عہد نبوی سے لے کر قیامت تک کی مدت خارجی تفاوت کے اعتبار سے تین مرحلوں یا زیادہ سے زیادہ چار مرحلوں میں تقسیم کی گئی ہے یعنی غزوہ جزیرۃ العرب' پھر فارس' غزوہ روم اور پھر غزوہ دجال۔ اس اعتبار سے ۱۴۵۳ کے بعد رومیوں سے کسی آویزش کی تاریخ نہیں۔ گویا ۱۴۵۳ کے بعد وہ عہد شروع ہوتا ہے۔ جس کا خاتمہ غزوہ دجال کی صورت میں ہوگا۔

۳۔ ابو داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال اور مسند احمد میں مرویات ابو ہریرہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصلی عیسائی بالآخر ایمان لے آئیں گے۔

۴۔ اصلی عیسائیوں سے مراد یہودیوں کے خانہ زاد عیسائی' یہودی عیسائی اور عیسائی یہودی کے علاوہ عیسائی ہیں۔ یہودی عیسائی تو وہ ہیں جو علانیہ صیہونی عیسائی کہلاتے ہیں۔ عیسائی یہودی وہ یہود ہیں جو باطن یہودی ہیں اور بظاہر اپنے مشن کی تکمیل کے لئے عیسائی ہو گئے ہیں۔ اور خانہ زاد عیسائی وہ عیسائی ہیں جو یہودیوں کی سازشوں کے نتیجے میں اصل عیسائیت سے برگشتہ ہو کر الگ ہو گئے۔ معاصر عہد میں دنیا کی نصف عیسائی آبادی انھیں خانہ زاد عیسائیوں پر مشتمل ہے۔ ۱۴۵۳ کے بعد عیسائیت کی بنیادی تاریخ دراصل انھیں خانہ زاد عیسائیوں' یہودی عیسائیوں اور عیسائی یہودیوں کی تاریخ ہے۔

۵۔ جہاں تک ۱۰۹۹ عیسوی سے ۱۲۱۲ عیسوی تک صلیبی جنگوں کی بات ہے تو یہ واضح رہے کہ ہر چند کہ اس جنگ میں پوری عیسائی دنیا نے حصہ لیا لیکن دراصل وہ اس یہودی سازش کا نتیجہ تھی جس کے تحت یہودیوں نے اپنے دشمن عیسائیوں کو مسلمانوں سے برسرپیکار رکھا۔ بالآخر عیسائی دنیا عالم اسلام سے ٹکرا کر نہ صرف پاش پاش ہو گئی بلکہ یورپ کی تمام عیسائی مملکتیں جو جنگ میں شامل تھیں بشمول پاپائے روم یہودیوں کی مقروض ہو گئیں اور یہودی درپردہ یورپ پر قبضہ کرنے اور عیسائیت کو پاش پاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

اب ذیل میں یہودیوں کی اس پیچیدہ اور گہری سازش کا ذکر کرنا چاہوں گا جو وہ گذشتہ چھ سو سالوں سے کرتے رہے ہیں اور جس کے نتیجے میں انہوں نے سارے نظام عالم کو درہم برہم کر کے رکھ دیا۔

دنیا میں یہودیت کے لئے کام کرنے والی تنظیمیں اور ان کی آلہ کار تنظیمیں بے شمار ہیں جن کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے۔ ان تمام تنظیموں کی اعلیٰ ترین باڈی کا ایک نام آسانی کے لئے ہم تجویز کرتے ہیں تاکہ آئندہ اسی کا حوالہ دیا جا سکے۔ یہودی سازش پر غور کرنے والے ماہرین نے یہ نام تجویز کیا ہے۔ یہودیوں کی اعلیٰ ترین تنظیم کا نام ہے زنجری (ZINJRY) جو بین الاقوامی صیہونی یہودیت (ZIONIST INTERNATIONAL JEWRY) کا مخفف ہے۔ دنیا میں کام کرنے والی لاکھوں تنظیمیں بنیادی طور پر اسی اعلیٰ ترین باڈی کے تحت کام کرتی ہیں۔

یہودیوں کے دو ہی دشمن تھے۔ عیسائی اور مسلمان۔ ہر چند کہ یہودی ہمیشہ مسلمانوں اور اسلام کی بیخ کنی میں پیش پیش رہے لیکن مسلمانوں نے عفو و درگزر سے کام لیا۔ جبکہ عیسائیوں کے ہاتھوں انہیں قرون وسطیٰ میں اپنی حرکتوں کے سبب سخت اذیت جھیلنی پڑی۔ یورپ میں نشاۃ الثانیہ دراصل یہودی سازش کی کامیابی کی شروعات اور غلبہ کی تمہید ہے۔ نشاۃ الثانیہ کے بعد یہودیوں نے سازشوں کا جال بچھا کر عیسائیوں کے اتحاد اور عظیم مقدس رومی سلطنت کو پاش پاش کر دیا۔ انہوں نے عیسائیوں کے عقائد اور انکی فکر میں ایسا فساد برپا کر دیا کہ وہ باہم دست و گریباں ہو گئے۔ بلا مبالغہ کروڑوں عیسائیوں کی جانیں تلف ہوئیں۔ عیسائی دنیا پہلے دو حصوں پھر کئی حصوں میں منقسم ہو گئی۔ یہودیوں نے علانیہ اور خفیہ سازشوں سے عیسائیوں کی نصف آبادی کو اپنا حلیف اور آلہ کار بنا لیا۔ اور اپنے دشمنوں مثلاً" رومن کیتھولک چرچ اور آرتھوڈوکس چرچ کی زندگی اجیرن کر دی۔ اب یہ حال ہے کہ آدھی عیسائی دنیا یہودیوں کی ٹمیں ہے اور اس کے اشاروں پر چلتی ہے۔ لیکن ان کے ٹمیوں میں ایک طبقہ بطور خاص ذکر کے قابل ہے۔ اور وہ ہیں پروٹسٹنٹ یہ دراصل وہ عیسائی ہیں جو مغربی عیسائیت سے جسے لاطینی عیسائیت بھی کہا جاتا ہے ٹوٹ کر الگ ہو گئے۔ اب خود ان میں کئی طبقے وجود میں آ گئے ہیں جن میں خاص مورادیہ' لوتھریہ' کالونیہ' اور اس کی شاخ پر

عیسائی فیرین اور اہم ترین چرچ آف انگلینڈ' اور اس کی شاخیں بپٹسٹ کانگری' گیشلسٹ' میتھوڈسٹ' ایونجی لیکل' موؤرنسٹ' اور اینگلو کیتھولکس' ہیں۔

(HOLY SEE) جو عالم گیر رومن کیتھولک عیسائیوں کی سلطنت ہے گزشتہ پانچ سالوں سے یہودیوں کے سبب شکست وریخت کا شکار رہی ہے اور اب بھی سخت دباؤ میں ہے۔ رومن کیتھولک عیسائی کس قدر دباؤں میں ہیں اس کا اندازہ صرف دو مثالوں سے ہو جائے گا۔

۱۔جملہ عیسائی دنیا اور بطور خاص قدیم عیسائی دنیا کا متفقہ عقیدہ یہودیوں کے سلسلے میں خدا کی قاتل قوم کا تھا۔ لہٰذا یہودیوں پر لعنت بھیجنا ان کی عبادت کا اہم ترین جزء تھا۔ موجودہ عہد میں اس عقیدہ کا اصل علمبردار رومن کیتھولک چرچ ہے۔ لیکن ویٹی کن ثانی کے حکم نامے مجریہ ۲۸ اکتوبر سنہ ۱۹۶۵ء اور مجریہ ۷ دسمبر سنہ ۱۹۶۵ء کے تحت اس بنیادی عقیدے کو ختم کر دیا گیا۔ چنانچہ جمعہ حزنیہ یا عید فصح کی وہ مخصوص اور اہم ترین عبادت جو ۱۹ صدیوں سے عیسائیت کے لوازم میں سے تھے جس میں یہودیوں پر لعنت علانیہ طور پر بھیجی جاتی تھی ترک کر دی گئی۔

۲۔امریکہ جو دنیا کے تمام یہودیوں کی اصل آبادگاہ ہے کے انتخاب میں کسی طرح ایک شخص جو رومن کیتھولک تھا صدر کے عہدے تک پہنچ گیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔ یہ شخص جان ایف کینیڈی تھا جو امریکہ کی تاریخ کا پہلا رومن کیتھولک شخص تھا جو اس قدر اعلیٰ عہدے تک پہنچا۔

دنیا کے ہر گوشے میں پھیلی لاکھوں یہودی تنظیموں کا احاطہ کرنا یہاں ناممکن ہے۔ تاہم ان کی ایک ایسی درجہ بندی کی جاتی ہے جس سے غور و فکر کرنے والوں کے لئے آسانی ہو جائے۔

عالمی یہودی تنظیم زنجیری کے تحت کام کرنے والی تحریکوں اور تنظیموں کی تقسیم۔

۱۔ہیئت کے اعتبار سے ان کی کم از کم دس اہم قسمیں ہیں۔

۱۔فکری۔ ۲۔ سیاسی۔ ۳۔ انتظامی۔ ۴۔ معاشرتی۔ ۵۔ علمی۔ ۶۔ سائنسی۔ ۷۔ ثقافتی۔ ۸۔ مذہبی۔ ۹۔ تدبیری۔ ۱۰۔ ترسیلی۔

۲۔کارگردگی کے اعتبار سے انکی کم از کم چار قسمیں ہیں۔

۱۔ ایجابی۔ ۲۔ منفی۔ ۳۔ اقدامی۔ ۴۔ سلبی۔

۳۔ تقسیم کار کے اعتبار سے ان کی کم از کم دو قسمیں ہیں۔

۱۔ابلاغی۔ ۲۔ مراتبی۔

۴۔ذرائع اور وسائل کے اعتبار سے ان کی کم از کم آٹھ قسمیں ہیں۔

۱۔خفیہ اقدامی۔ ۲۔ خفیہ سلبی۔ ۳۔ غیر متعلق۔ ۴۔ بلاواسطہ۔ ۵۔ بالواسطہ۔ ۶۔ خودرو۔ ۷۔ اضطراری۔ ۸۔ خودکار۔

۵۔تعلقات کے اعتبار سے انکی کم از کم دو قسمیں ہیں۔

۱۔ متحرک۔ ۲۔ متروک۔

ان تمام کا تفصیلی تذکرہ ایک دفتر چاہتا ہے جو سردست ممکن نہیں۔ تاہم مشتے از خروارے چند ایسی تنظیموں' تحریکوں اور اداروں کا ذکر کیا جاتا ہے جو یا تو براہ راست یہودیوں پر مشتمل ہیں یا جن کے تعلقات یہودیوں سے ہیں یا جنہیں یہودی کنٹرول کرتے ہیں یا جن پر یہودیوں کا اثر ہے۔ اس وقت یہ تمام تحریکیں' تنظیمیں اور ادارے بنیادی طور پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سرگرم عمل بلکہ بر سر پیکار ہیں۔

ا۔ براہ راست یہودی تنظیمیں۔

۱۔ انٹرنیشنل جیوش کانگریس۔ ۲۔ انٹرنیشنل زایونسٹ لیگ۔ ۳۔ ہیری حاہ تحریک۔ ۴۔ بیتائی موشے۔ ۵۔ باپویل ہامزراچی۔ ۶۔ ہاشومیر ہازائر۔ ۷۔ ہانوار ہازیونی۔ ۸۔ آگودت اسرائیل۔ ۹۔ بیطار۔ ۱۰۔ بیلو۔ ۱۱۔ بنڈ۔ ۱۲۔ ڈورشے ای زایون۔ ۱۳۔ازرت احیم۔ ۱۴۔ ہبونم۔ ۱۵۔ ہدسہ۔ ۱۶۔ ہگانا۔ ۱۷۔ ہشراو۔ ۱۸۔ ہی وزم۔ ۱۹۔ ہسکلاہ۔ ۲۰۔ حیدر مقیکن۔ ۲۱۔ ہے حالوز۔ ۲۲۔ ہیروت۔ ۲۳۔ حووے وائی زایون۔ ۲۴۔ ہلسوبرین ڈرڈیو کچن جوڈین۔ ۲۵۔ ہستدروت۔ ۲۶۔ ارگن زیوائی لی ای۔ ۲۷۔ جیوش ایجنسی (ورلڈ زایونسٹ آرگنائزیشن)۔ ۲۸۔ جیوش کلونیل ٹرسٹ۔ ۲۹۔ جیوش لیجن۔ ۳۰۔ جیوش نیشنل فنڈ۔ ۳۱۔ کدیمہ۔ ۳۲۔ کیسیت اسرائیل۔ ۳۳۔لوحامی حیروت اسرائیل۔ ۳۴۔ مکابی۔ ۳۵۔ مگل۔ ۳۶۔ پالام۔ ۳۷۔ مزراچی۔ ۳۸۔ نیوز ایونسٹ آرگنائزیشن۔ ۳۹۔ پالیسیرو یمن۔ ۴۰۔ پوالائی زایون۔ ۴۱۔ شالیہ (جمع شیلیکم)۔ ۴۲۔ وادلی ای۔ ۴۳۔ و۔ مرزایونسٹ آرگنائزیشن۔ ۴۴۔ یگ جوڈیہ۔ ۴۵۔ یوتھ عالیہ۔ ۴۶۔ زآئی رائی زایون۔ ۴۷۔ زیونی زایون۔

۲۔ ۱۔ اینگلیکن چرچ آف انگلینڈ۔ ۳۔ انٹرنیشنل کمیونسٹ کانگریس۔ ۴۔ اقوام متحدہ (یو این او)۔ ۵۔ سلامتی کا ونسل۔ ۶۔ انٹرنیشنل منی مارکیٹ۔ ۷۔ انٹرنیشنل اسٹاک ایکسچینج۔ ۸۔ عالمی مالیاتی فنڈ۔ ۹۔ عالمی بینک (انٹرنیشنل بینک آف ری کنسٹرکشن اینڈ ڈیولپمینٹ)۔ ۱۰۔ پین (P.E.N)۔ ۱۱۔ انٹرنیشنل فری میسری۔ ۱۲۔ انٹرنیشنل ریڈ کراس۔ ۱۳۔ آکس فیم۔ ۱۴۔ ایمنٹی انٹرنیشنل۔ ۱۵۔ انٹرنیشنل اولمپک کمیٹی۔ ۱۶۔ بینک آف سیکریٹس کنٹریز۔ (1 بینک آف لکسمبرگ۔ ۲ بینک آف برمیوڈا۔ ۳ بینک آف گرینڈ کیمن)۔ ۱۷۔ دی لائیڈس۔ ۱۸۔ کنٹری رسک منیجمنٹ گروپ۔ ۱۹۔ دی راک فیلر انسٹی ٹیوٹ سینٹر۔ ۲۰۔ چیز۔ ۲۱۔ بین الاقوامی ادارے (۱۔ انکٹاڈ ۲۔ یو این ڈی پی۔ ۳ ایف اے او۔ ۴ ڈبلیو ایچ او۔ ۵ یو این آئی ڈی او۔ ۶ یو این ای پی)۔ ۲۲۔ گروپ آف تھرٹی۔ ۲۳۔ تین سپر بینکرس۔ (۱ چیز مین ہٹن۔ ۲۔ سٹی بینک۔ ۳۔ کلاز مین۔) ۲۴۔ فورڈ فاؤنڈیشن۔ ۲۵۔ ملٹی نیشنل کارپوریشنز۔ ۲۶۔ سات بہنیں۔ ۲۷۔ کاؤنسل فار ای پارلیامنٹ آف دی ورلڈس ریلیجنس ۲۷۔ مسلم تنظیمیں۔ ۱۔ قادیانیت۔ ۲۔ بہائیت۔ ۳۔ دروزیت۔ ۴۔ اسمٰعیلی۔ ۵۔ نصیری۔ مسلم ملکوں' خطوں اور حلقوں میں کام کرنے والی تمام اشتراکی (کمیونسٹ)' سوشلسٹ۔ سیکولر۔ فری تھنکنگ۔ اباحی۔ ترقی پسند۔ عقلی۔ انسانی۔ اور نام و نہاد اجتہادی تحریکیں' تنظیمیں' ادارے حلقے اور خفیہ حلقے۔

یاد ش بخیر! دنیا میں کیونزم کا بانی ایک یہودی کارل مارکس تھا اور اس کے تمام بڑے لیڈر یہودی رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ نچلے طبقے میں دیگر قوموں اور مذاہب کے افراد بھی پائے جاتے ہوں لیکن وہ ان کے اصل مشن سے یا تو بے خبر ہیں یا ان کے ہاتھوں

پر عامل یا آلہ کار ہوں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں اور بطور خاص مسلم ملکوں میں کیمونسٹ پارٹیاں اسلام' اسلامی تہذیب و ثقافت' اسلامی آثار و مروت اور مسلمانوں کی بیخ کنی کیلئے کام کرتی رہی ہیں۔

اسلام اور مسلم معاشرے میں انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں ابھرنے والی تمام باطنی تحریکیں تنظیمیں اور حلقے۔

اسلام کی صحیح تنظیموں اور تحریکوں میں داخل انفرادی حیثیت سے کام کرنے والے افراد اور ان کے اندرونی حلقے۔

بھارت کے ہندو تنظیمیں جن کے قائم کرنے والے' ابتدائی خاکہ مرتب کرنے والے' سرپرستی فرمانے والے یا تعاون دینے والے یہودی رہے ہیں۔

۱۔ انڈین نیشنل کانگریس۔ ۲۔ تھیوسوفیکل سوسائٹی۔ ۳۔ برہمو سماج۔ ۴۔ رام کرشن مشن۔ ۵۔ ہندو مہاسبھا۔ ۶۔ آریہ سماج۔ ۷۔ راشٹریہ سویم سیوک سنگھ اور پوراسنگھ پریوار۔ ۸۔ دلت وائس۔ ۹۔ بھوجن سماج پارٹی۔ ۱۰۔ تمام سوشلسٹ پارٹیاں۔ ۱۱۔ تمام کیمونسٹ پارٹیاں۔ ۱۲۔ تمام ہیومسٹ پارٹیاں۔ ۱۳۔ تمام لبرل پارٹیاں۔ ۱۴۔ فری تھنکرس۔

ظاہر ہے ان تمام تحریکوں' تنظیموں' اداروں اور حلقوں کا بالتفصیل ذکر تو درکنار سرسری ذکر بھی ایک نشست میں ممکن نہیں لہٰذا تمام سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف ایک تحریک کا ذکر کیا جاتا ہے جو ان تمام میں سب سے زیادہ خفیہ' سب سے زیادہ موثر اور سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ یہ تحریک ہے انٹرنیشنل فری میسنری یعنی بین الاقوامی فری میسن تحریک۔

●●

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا مقام و مرتبہ

جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ نے مجھ سے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ جب حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ بستر علالت پر تھے ان دنوں تبلیغی جماعت کے حضرات کی ایک جماعت کویت گئی ہوئی تھی۔ جب وہ جماعت پاکستان واپس آئی تو ان کے امیر صاحب نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا۔

امیر صاحب نے بتایا کہ کویت میں ہمارا مرکز کویت کی جامع مسجد تھا۔ ایک روز صبح کے وقت ایک سن رسیدہ بزرگ تشریف لائے جن کا نورانی چہرہ ان کی بزرگی کی شہادت دے رہا تھا۔ مجھ سے پوچھنے لگے آپ لوگ پاکستان سے آئے ہیں۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو پھر پوچھا کہ پاکستان میں کوئی سید عطاء اللہ شاہ بخاری نام کے بزرگ ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں واقعی ہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ ان کے متعلق کچھ وضاحت سے بتائیں۔ میں نے مختصراً ان کی شخصیت کا تعارف کرایا اور تعجب سے پوچھا آپ ان کے نام سے کیسے واقف ہوئے۔ اس پر انہوں نے فرمایا رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ وہ سن لیں۔

خواب : فرمایا رات میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ ایک وسیع میدان میں کھڑے ہیں۔ اور ایک طرف یوں دیکھ رہے ہیں جیسے کسی کا انتظار ہو۔ پھر میں نے دیکھا ایک بہت بڑا گروہ نبی اکرم ﷺ کی طرف آرہا ہے۔ ہر شخص کا چہرہ نورانی اور دل آویز ہے۔ وہ گروہ آنحضور ﷺ کے پاس آکر دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ نصف دائیں جانب اور نصف بائیں جانب۔ ان کے بعد ایک ویسا ہی گروہ نمودار ہوا۔ وہ بھی نہایت خوبصورت اور تابناک چہروں والے لوگ ہیں۔ قریب پہنچ کر وہ بھی پہلے گروہ کی طرح دائیں بائیں دو حصوں میں بٹ گئے مگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام اب بھی اسی طرح کھڑے اسی جانب دیکھ رہے تھے جیسے اب بھی کسی کا انتظار ہے اور حضور کے اتباع میں اب تمام حضرات اسی جانب دیکھ رہے ہیں۔ تھوڑے وقفہ کے بعد صرف ایک شخص اس طرف سے آتا دکھائی دیا جو نہایت وجیہہ اور حسین و جمیل ہے۔ جب وہ کچھ قریب آیا تو رسالت پناہ ﷺ چند قدم آگے تشریف لے گئے۔ جناب صدیق اکبرؓ اور جناب فاروق اعظمؓ بھی دائیں بائیں تھے۔ آنحضور ﷺ نے اس آنے والے شخص سے مصافحہ کیا' پھر سینے سے لگاکر شفقت سے ان کی پشت پر دست مبارک پھیرتے رہے۔ میرے جی نے کہا پہلا گروہ انبیاء کرامؑ کا تھا دوسرا گروہ صحابہ کرامؓ کا تھا مگر یہ بزرگ کون ہے جن کا حضور ﷺ انتظار فرماتے رہے اور اب اس قدر پیار فرمایا جارہا ہے تو ایک آواز بلند ہوئی "یہ فدائے ختم نبوت عطاء اللہ شاہ بخاری پاکستانی ہے۔" یہ خواب سناکر اس بزرگ نے کہا آپ سے معلوم ہوا کہ وہ بیمار تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ وفات پاچکے ہیں۔ امیر جماعت نے کہا جب شاہ صاحب کی وفات کا علم ہوا تو میں نے تاریخ دیکھی۔ وہی دن شاہ صاحب کی وفات کا تھا جس کی رات کو شیخ کویت نے خواب دیکھا تھا۔

("حدیث خواب" ص ۲۵۔۲۶' از سید امین گیلانی)

بقیہ، ہماری قابل فخر تاریخ

مبارک سے کریں تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئیگا اسی طرح حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا دور خلافت انسانیت کا تابناک دور ہے۔ لیکن اگر عہد فاروقی اور عہد عثمانی کا مقابلہ صدیقی دور سے کیا جائے تو وہی نسبت نظر آتی ہے جو صدیقی دور کو عہد نبوی سے تھی۔ الغرض جب ہر آنے والے دور کا مقابلہ گزشتہ دور سے کیا جائے گا تو ایسا نظر آئے گا کہ دور ثانی دور اول کے مقابلے میں کالعدم ہے۔ امام ابو حنیفہ کے علم و زہد سے اگر شیخ ابن ہمام کا مقابلہ کرکے یہ کہیں کہ ابن ہمام امام ابو حنیفہ کے مقابلہ میں صفر ہیں تو اس سے کون عقل مند یہ نتیجہ اخذ کرنے بیٹھ جائے گا کہ ابن ہمام اسلام کی مایہ ناز شخصیت نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ تابعین کی پوری جماعت مل کر بھی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے فضل و کمال کا مقابلہ نہیں کرسکتی یا یہ کہا جائے کہ پوری انسانی تاریخ کے علماء و فضلاء اور صلحا' جمع ہوکر بھی کسی نبی کے فضل و کمال کی گرد تک کو نہیں پہنچ سکتے تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے ان تمام اکابر کے فضل و کمال کی نفی کردی۔ یا یہ کہ وہ ہمارے لئے لائق فخر نہیں ہیں۔

حضرت لبیدؓ' حضرت عائشہؓ' حضرت عبداللہ بن عمرو امام زہری وغیرہ رضی اللہ عنہم نے اگر اپنے اپنے دور کے لوگوں کا اکابر صحابہ کے علم و عمل' یقین و ایمان اور زہد و تقویٰ سے مقابلہ کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ آج لوگوں کو ان اکابر سے کوئی نسبت نہیں یا یہ کہ ان کے مقابلے میں آج کے لوگ کالعدم اور ہیچ ہیں تو اس سے کون دانشمند وہ نتیجہ اخذ کرے گا جو معاصر عزیز کی خوش فہمی نے اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔

مختصر یہ کہ اسلامی تاریخ کا ہر دور اپنی جگہ لائق صد فخر ہے اور دنیا کی کوئی قوم اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتی لیکن ہر دور کو اپنے ماقبل کے مقابلہ میں وہی نسبت ہے جو ذرے کو آفتاب کے ساتھ ہوسکتی ہے۔ یہی مضمون ہے حضرت انسؓ کے اس ارشاد کا کہ "ومانفضنا ایدینا حتٰی انکرنا قلوبنا"۔

اور یہ فرق جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہر صاحب بصیرت کو بدیہی طور پر محسوس ہوتا ہے۔ اس کا انکار صرف وہی لوگ کرتے ہیں یا کرسکتے ہیں جو معاصر عزیز کی طرح خوش فہمی کے حصار میں پناہ گزیں ہوں۔

ہماری قابلِ فخر تاریخ

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

"الزہد والرقائق" مولفہ امام عبد اللہ بن مبارک کا باب الاجتہاد فی العباد میں متعدد روایات نقل کی ہیں جن کا مشترک مضمون یہ ہے کہ صحابہ کرام میں عبادت الٰہی کا ذوق و شوق کیسا تھا اور بعد کے لوگوں میں تدریجاً" اس رنگ میں کس طرح فرق پیدا ہوتا چلا گیا۔ مثلاً"

ا۔ مجاہد (تابعی) فرماتے ہیں کہ آج تمہارا عبادت میں انتہائی کوشش کرنے والا صحابہ کرام کے مقابلہ میں کھیلنے والے کی مانند ہے۔

۲۔ بلال بن سعد کہتے ہیں۔ صحابہ کے مقابلہ میں تمہارا زاہد راغب ہے۔ عبادت گزار کوتاہی کرنے والا ہے۔ عالم جاہل ہے اور جاہل دھوکہ میں مبتلا ہے۔

۳۔ عبادہ بن صرشی فرماتے ہیں۔ تم بعض ایسے اعمال کر گزرتے ہو کہ تمہارے نزدیک تو اس کی حیثیت بال برابر بھی نہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم انہیں ہلاک کرنے والے اعمال سمجھتے تھے۔

۴۔ حضرت مسعود بن مخرمہ فرماتے ہیں۔ ایسے ایسے لوگ زیر زمین چلے گئے کہ اگر وہ مجھے تمہارے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھ لیتے تو مجھے شرم آنے لگتی۔

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت لبید کی دو شعر پڑھے

ذھب الذین یعاش فی اکنافھم
وبقیت فی نسل کجلد الاجرب
یتحدثون مخافة وملاذة
ویعاب قائلھم وان لم یشغب

ام المومنین نے یہ شعر پڑھ کر فرمایا کہ اگر لبید ہمارے دور کے لوگوں کو دیکھتے تو ان پر کیا گزرتی؟ اور امام زہریؒ نے حضرت عائشہ کا یہ ارشاد نقل کر کے فرمایا کہ ام المومنینؓ اگر ہمارے دور کے لوگوں کو دیکھتیں تو ان کا کیا حال ہوتا؟!۔

۶۔ عبد اللہ بن عمرو (بن عاص) فرماتے ہیں کہ اگر اس امت کے پہلے بزرگوں میں سے دو شخص اپنے مصحف لے کر کسی وادی میں نکل آئیں تو وہ لوگوں کے پاس ایسی حالت میں آئینگے کہ جن اعمال پر وہ گامزن تھے ان میں سے کسی کو نہیں پہچانیں گے۔

ان تمام روایات سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر زہد و خشیت اخلاص و للّٰہیت اور عبادت میں ذوق و شوق اور فنا و محویت کا جو رنگ تھا اگر اس کا مقابلہ مابعد کے لوگوں سے کیا جاتا تو بعد کے لوگ صحابہ کے مقابلے میں صفر نظر آئیں گے۔ اسی طرح حضرات تابعین کے اخلاص و ایمان، یقین و توکل سے بعد کی امت کے عابدین و زاہدین کے اخلاص و عمل کا مقابلہ کیا جائے تو یہ لوگ ان کے مقابلہ میں کالعدم معلوم ہونگے۔

یہ نقشہ جو امام عبد اللہ بن مبارکؒ نے پیش کیا ہے بالکل فطری نقشہ ہے جس کا اندازہ ہر شخص آج سے بیس تیس سال قبل کے حالات سے آج کی حالات کا مقابلہ کرنے کے بعد کر سکتا ہے۔ بالکل جس شخص کو حق تعالیٰ نے چشم بصیرت عطا کی ہو اسے صاف نظر آئے گا۔ انسانی اخلاق و اعمال میں تنزل و انحطاط اس تیزی سے ابھر رہا ہے کہ ہر گزشتہ کل آج سے بہتر معلوم ہوتی ہے۔ قیام پاکستان کے زمانہ میں لوگوں کے اخلاق و اخلاص کی جو کیفیت تھی وہ آج ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ لیکن مولانا رومی کے بقول "ہرچہ گیرد علت شد"۔ ایک معاصر نے امام عبد اللہ بن مبارک کے مندرجہ بالا نقشہ سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔

"گویا (امام ابن مبارک کے قول کے مطابق) رسول اللہ ﷺ کی وفات کے پچیس تیس سال بعد یعنی حضرت لبیدؓ کی وفات سے قبل دور صحابہ کے مسلمانوں کی وہ حالت ہو چکی تھی جس کا ذکر حضرت لبیدؓ نے اشعار میں کیا۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے پندرہ سولہ سال بعد کے لوگوں کو (جو اصحاب و تابعین پر مشتمل تھے) حضرت لبیدؓ کے زمانہ سے بھی گیا گزرا بتایا، حضرت عبد اللہ بن عمر نے اپنے عہد کے مسلمانوں کا رونا رویا اور جناب زہریؒ نے اپنے زمانے کی حالت ان سے بھی ابتر بتائی ہے۔

اگر خود ہماری پیش کردہ تاریخ کی روشنی میں مخالفین یہ کہیں کہ کیا یہی تھا وہ انقلاب عظیم جسے قرآن کریم کی تعلیم اور رسول اللہ ﷺ کی تربیت نے عربوں کی حالت میں پیدا کیا تھا۔ اور یہی تھی صحابہ اور تابعین پر مشتمل جماعت جسے آپ دنیا کے سامنے فخر کے ساتھ پیش کرتے ہیں تو فرمایئے کہ آپ کے پاس اس اعتراض کا کیا جواب ہو گا۔ حضرت لبیدؓ کا انتقال سنہ ۴۱ھ میں ہو رہا تھا اور حضرت عائشہؓ کا سنہ ۵۷ھ میں ہوا یہ دور (۴۰ھ تک) تو خلافت راشدہ کا زمانہ تھا"

(ماہنامہ طلوع اسلام اگست سنہ ۱۹۷۵ء)

سطور بالا میں امام عبد اللہ بن مبارکؒ کے مقصد کی جو وضاحت کی گئی ہے۔ اسے اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد معلوم ہو گا کہ معاصر عزیز نے ہماری قابل فخر تاریخ پر مخالفین کی زبان سے جو اعتراضات ان روایات سے اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا منشاء موصوف کی خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں اور یہ خوش فہمی اس لیے پیدا ہوئی کہ معاصر عزیز اپنے تجزیہ میں دو چیزوں کے درمیان امتیاز کرنا بھول گیا۔

پہلی چیز ہماری قابل فخر تاریخ اور اس کا صدر اول سے لے کر آج تک تسلسل ہے اسلامی تاریخ کا آغاز آنحضرت ﷺ سے ہوا اور اس کی انتہا صبح قیامت پر ہوگی۔ اس میں ایک لمحہ کے لیے بھی کبھی انقطاع نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا دین جس طرح کل زندہ تھا۔ آج بھی زندہ ہے۔ قرآن کریم اپنے الفاظ و معانی کے ساتھ جس طرح دور نبوی میں محفوظ تھا۔ آج بھی محفوظ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ارشادات طیبات جس طرح دور صحابہ میں محفوظ تھے آج بھی محفوظ ہیں اور پورے کا پورا دین جس طرح صدر اول میں محفوظ تھا۔ اسی طرح آج بھی محفوظ ہے اور قیامت تک رہے گا۔

پھر اس دین پر عملاً" اعتقاداً" و حالاً" و ذوقاً" عمل کرنے والوں کا ایک جم غفیر بھی ہر زمانے میں ہمیشہ موجود رہا ہے اور رہے گا۔ یہ ہے ہماری قابل فخر تاریخ جس کی نظیر دنیا کی کوئی قوم نہیں پیش کر سکتی اور نہ قیامت تک کر سکے گی۔

دوسری چیز ہے ہماری قابل فخر تاریخ کے بعض حصوں کا دوسرے بعض حصوں سے تقابلی مطالعہ کرنا۔ اس سے نہ تو ہماری تاریخ داغدار ہوتی ہے اور نہ کسی معترض کے لئے اس میں اعتراض گنجائش ہے۔ مثلاً" ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا دور خلافت اپنی روحانیت و للّٰہیت، خشیت و اخلاص اور زہد و تقویٰ کے اعتبار سے انسانی تاریخ کا ممتاز ترین دور تھا لیکن صدیقی دور کا مقابلہ آنحضرت ﷺ کے عہد

باقی صـ ۳۰ پر

مولانا محمد یوسف بنوریؒ

فیصلہ جیمس آباد
اور
قادیانیوں کے کفر و ارتداد کے اسباب

قادیانیوں کے بارے میں عدالت کے فیصلے

تاہم اس پر آشوب اور تاریک فضا میں بھی روشنی کی کرن کبھی کبھار پھوٹ نکلتی ہے' مرزائی امت کی شرعی اور قانونی حیثیت کیا ہے؟ اس نکتہ پر سابق ریاست بہاول پور کے جج جناب محمد اکبر صاحب کا تاریخی فیصلہ ایک مسلمان جج کے ایمان کا شاہکار تھا' قیام پاکستان کے بعد جناب شیخ محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی نے ان کے کفر کا فیصلہ دیا۔ اور اب یہ تیسرا فیصلہ ہے جو جیمس آباد کے سول جج جناب محمد رفیق گوریجہ پی' سی' ایس نے جنہیں فیملی کورٹ جج کے اختیارات بھی حاصل ہیں' ایک احمدی مرد کے ساتھ مسلمان لڑکی کے نکاح کو ناجائز قرار دیتے ہوئے صادر فرمایا ہے۔ یہ فیصلہ بے حد لائق تحسین اور قابل مبارک باد ہے جہاں ہم محترم جج کو مبارک باد پیش کرتے ہیں وہاں موجودہ مارشل لاء حکومت کے دور میں عدلیہ کی آزادی بھی قابل صد تبریک ہے جس کی وجہ سے ایک سول جج اس جرات ایمانی کا مظاہرہ کر سکتا ہے کہ وہ شرعی اور اسلامی قانون کے مطابق مدلل اور مفصل فیصلہ کر سکے کہ چونکہ قادیانی مسلمان نہیں اس لئے کسی مسلمان عورت اور قادیانی مرد کے درمیان عقد نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

فیصلے کا پورا متن ملک کے بہت سے اخبارات و جرائد میں شائع ہو چکا ہے' یہاں ہم اس فیصلے کے چند اہم نکات کا مطالعہ کرانا چاہتے ہیں۔

فیصلہ جیمس آباد کے اہم نکات
نکتہ اول۔ مسلمان کسے کہتے ہیں

سب سے پہلا نکتہ یہ ہے کہ اسلام کی تعریف کیا ہے؟ اسلام اور کفر کے درمیان حد فاصل کیا ہے؟ اور وہ کون سی چیز ہے جو ایک مسلمان کو غیر مسلم سے ممیز کرتی ہے؟ اس نکتہ پر بحث کرتے ہوئے فاضل جج' امیر علی کی کتاب "محمڈن لا" کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

کوئی شخص جو اسلام لانے کا اعلان کرتا یا دوسرے لفظوں میں خدا کی وحدانیت اور محمد ﷺ کے پیغمبر ہونے کا اقرار کرتا ہے وہ مسلمان اور مسلم لاء کے تابع ہے۔

ایک اور جگہ وہ لکھتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو خدا کی وحدانیت اور رسول عربی کی پیغمبری پر ایمان رکھتا ہے' دائرہ اسلام میں آجاتا ہے۔"

نیز سر عبد الرحیم کی کتاب "محمڈن جورس پروڈنس" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ۔

" اسلامی عقیدہ خدائے واحد کی حاکمیت اور محمد عربی ﷺ کے نبی کی حیثیت سے مشن کی صداقت پر مشتمل ہے۔"

یہ دونوں تعریفیں جو اپنے مفہوم میں متحد ہیں' اپنی جگہ صحیح اور درست ہیں مگر تشریح طلب ہیں اسلام دراصل انسان کے اس عہد کا نام ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے اس پورے دین کو جو محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ بھجوایا' دل و جان سے تسلیم کرتا ہے' اس عہد میں چند اصولی چیزیں آپ سے آپ آجاتی ہیں۔

اول۔ اس عہد کی رو سے لازم ہوگا کہ دین کے تمام اجزاء کو ایک ایک کر کے تسلیم کیا جائے اگر کوئی شخص دین کی کسی ایسی بات کو جس کا ثبوت قطعی ہے نہیں مانتا تو چاہے باقی سارے دین کو مانتا ہو تب بھی وہ مسلمان نہیں کہلائے گا کیونکہ معاہدہ کی ایک شق سے انحراف معاہدہ کی پوری دستاویز سے انحراف سمجھا جاتا ہے' قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

دوم۔ اس عہد کا دوسرا تقاضا ہے کہ تمام دینی حقائق کو من و عن تسلیم کیا جائے اور ان کے معنی و مفہوم وہی لئے جائیں جو خدا اور رسول کی مراد ہیں اور جو صحابہؓ کے دور سے آج تک اپنے صحیح تسلسل کے ساتھ نسلاً بعد نسل منتقل ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے ہیں' اگر ایک شخص الفاظ کی حد تک تو دین کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن وہ دین کے بنیادی حقائق کی من مانی تاویل کر کے ان کی اصل روح کو کچل دیتا ہے اور انہیں ایسے من گھڑت اور عجیب و غریب معنی پہناتا ہے جو نہ خدا و رسول کی مراد ہیں' نہ صحابہؓ و تابعین کے زمانہ میں ان کا کبھی تصور کیا گیا' نہ اسلام کی بعد کی صدیوں کے علماء ان سے آشنا ہوئے یہ شریعت کی اصطلاح میں تحریف' الحاد اور زندقہ ہوگا اور یہ کفر کی خبیث ترین قسم ہے' یہ شخص دین کو مانتا نہیں بلکہ دین سے کھیلتا ہے' اسی قماش کے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

ان الذین یلحدون فی آیاتنا لایخفون علینا افمن یلقی فی النار خیر ام من یاتی آمنا یوم القیمۃ اعملوا ما شئتم انہ بما تعملون بصیر (حم السجدہ ع ۵)

ترجمہ۔ یقیناً" جو لوگ ہمارے احکام میں کجروی اختیار کرتے ہیں وہ ہم سے چھپے نہیں رہ سکتے' پس کیا وہ شخص جسے دوزخ میں ڈالا جائے گا' بہتر ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن امن کی حالت میں آئے گا؟ تم جو چاہو کر لو' وہ یعنی اللہ تعالیٰ' تمہارے کرتوتوں کو یقیناً" دیکھ رہا ہے۔

سوم۔ اس عہد کا تیسرا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس عہد و پیمان کے بعد اس سے کوئی ایسا قول و فعل سرزد نہ ہو جو اس عہد کی نفی کرتا ہو' اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اسلام کا عہد باندھ لینے کے بعد دوسرے تمام مذاہب و ملل کے عقائد و افکار اور نظریہ حیات سے کنارہ کشی کرے' اگر ایک شخص

اسلام کا دعویٰ کرتا ہے، مگر عملاً "بت کو سجدہ کرتا ہے ہندوؤں کے مذہبی مراسم بجالاتا ہے، عیسائیوں کی صلیب لٹکاتا ہے یا معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کی جناب میں گستاخی کرتا ہے، کسی نبی کی تنقیص کرتا ہے، قرآن مجید سے ہتک آمیز سلوک کرتا ہے، شعائر دین کی بے ادبی کرتا ہے، کسی حکم شرعی کا مذاق اڑاتا ہے ایسا شخص اپنے دعوائے ایمان میں مخلص نہیں بلکہ منافق ہے اور محض اسلام اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اسلام کا ادعاء کرتا ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ومن الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمومنين يخادعون الله والذين آمنو (البقرہ ع ۲)

ترجمہ۔ اور بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر، حالانکہ وہ قطعاً "مومن نہیں، وہ اللہ کو اور مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔

الغرض اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ (۱) دین کے وہ تمام حقائق جن کا علم ہمیں یقینی ذرائع سے پہنچا ہے، ان سب کو تسلیم کرے (۲) ان کو بغیر کسی تاویل و تحریف کے من و عن قبول کرے (۳) اور اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جس سے اس کے دعوائے ایمان کی نفی ہوتی ہو، کلمہ طیبہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس معاہدہ ایمان کا مختصر متن ہے، جو دین کی تمام تفصیلات کو شامل ہے، یہ ہے اسلام کی میزان عدل! جس سے کسی کے اسلام اور کفر کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

نکتہ دوم مسلمان اور غیر مسلم کے الگ الگ دائرہ عمل

فاضل جج نے اس نکتہ پر بھی بحث کی ہے کہ آیا عدالت یہ تعین کرسکتی ہے کہ احمدی (مرزائی) مسلمان ہیں یا نہیں؟ انہوں نے عدالت عالیہ کے فضل ججوں کے مشاہدات کا حوالہ دیتے ہوئے یہ قرار دیا ہے کہ بعض صورتوں میں عدالت کے لئے یہ تصفیہ ناگزیر ہے مثلاً "وراثت، جائداد منصب، کسی خانقاہ کی سجادہ نشینی، کسی مذہبی ادارے کی سربراہی یا پاکستان کے صدارتی انتخاب کی امیدواری کا سوال ہو وغیرہ، تو عدالت کو یہ تعین کرنا ہوگا کہ احمدی (مرزائی) مسلمان ہیں یا نہیں۔

جہاں تک ہماری عدالتوں کے دائرہ اختیار کا تعلق ہے اس کی تشریح تو عدالت عالیہ ہی بہتر کرسکتی ہے لیکن جہاں تک شریعت اسلامیہ کے فیصلے کا سوال ہے اس کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام اور کفر کی لائنیں اپنی نقطہ آغاز ہی سے جدا ہوجاتی ہیں ہماری شریعت میں ایک لمحہ کے لئے نہ کسی مسلمان سے غیر مسلم کا سا سلوک کیا جاسکتا ہے، نہ کسی غیر مسلم کو مسلمان کے حقوق دیئے جاسکتے ہیں۔

کوئی غیر مسلم، سلام و دعا اور مسلمانوں کی دوستی اور موالات کا مستحق نہیں، وہ مرجائے تو اسلامی طریقہ کے مطابق اس کا کفن دفن جائز نہیں، وہ کسی عزت و تکریم کا مستحق نہیں، وہ کسی مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا، نہ مسلمان اس کا وارث ہوسکتا ہے، وہ اسلامی عدالت کا جج نہیں بن سکتا، نہ اسلامی آئین کی تدوین میں اسے شریک کیا جاسکتا ہے، نہ اسے کسی کلیدی آسامی پر مسلط کیا جاسکتا ہے، نہ وہ مسلمانوں کے کسی مذہبی ادارے کے لئے موزوں ہے نہ کسی مسلمان عورت سے نکاح کرسکتا ہے، نہ کسی مسلمان لڑکی کا ولی بن کر اس کا نکاح کراسکتا ہے، نہ کسی مسلمان یتیم بچے کا متولی ہوسکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ وہ احکام ہیں جن کی قدم قدم پر ضرورت واقع ہوگی اور ایک مسلمان کو خدا و رسول کے حکم کے مطابق ان احکام کا ہر لحہ خیال رکھنا ہوگا، اس لئے ایک مسلمان کے لئے یہ تعین ہر وقت ضروری ہے کہ فلاں شخص اپنے نظریات و عقائد کے ساتھ مسلمان ہے یا نہیں؟

اور یہ تو خیر عام غیر مسلموں کا حکم ہے، مرتد کی نوعیت اس سے زیادہ سنگین ہے، اسلام لانے کے بعد اس سے پھر جانا یا اسلام کے کسی قطعی حکم کا انکار کردینا، یا ضروریات دین کو توڑ موڑ کر ان کو من گھڑت معنی پہنانا شروع کردیا، یا شریعت کے کسی حکم کو طنز و تعریض کا نشانہ بنانا "ارتداد" اسلام کی نظر میں کفر اور شرک سے کہیں بڑھ کر انتہائی درجے کا سنگین جرم ہے، اسلام نے جرائم کی جو فہرست مرتب کی ہے ان میں صرف تین جرائم ایسے ہیں جن کے لئے سزائے موت تجویز کی ہے۔

معاشرتی جرائم میں قتل عمد سب سے بدتر جرم ہے اور سزائے موت کا موجب، اخلاقی جرائم میں زنا سب سے گھناؤنی چیز ہے اور اس کی لئے رجم (سنگساری) کی سزا ہے اور نظریاتی جرائم میں ارتداد، کفر و طغیان کی آخری حد ہے اور اس کے لئے سزائے موت کا حکم ہے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔

من بدل دينه فاقتلوه (صحیح بخاری) جو شخص بھی اپنے دین کو بدل کر مرتد ہو جائے اسے قتل کردو۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام صلح و جزیہ کے شرائط پر کفر و شرک سے تو مصالحت کرسکتا ہے لیکن ارتداد سے مصالحت کرنے کے لئے کسی قیمت پر آمادہ نہیں، مرتد کے بارے میں اس کا فیصلہ یہ ہے کہ اسے تین دن کی مہلت دی جائے، اس کے شبہات کے ازالہ کی کوشش کی جائے اگر وہ اسلام کی طرف پلٹ آئے تو اس کی جان بخشی کی جائے گی، ورنہ اس پر سزائے موت جاری کردی جائے گی۔ مرتد کو مہلت کے ان تین دنوں میں بھی آزاد نہیں چھوڑ دیا جائے گا بلکہ نظر بند رکھا جائے گا اور اس سے مکمل معاشرتی مقاطعہ (بائیکاٹ) ضروری ہوگا اور اسے آزادانہ تصرفات کی اجازت نہیں ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ جس شخص کا کفر ارتداد معروف، ہو شریعت اسلام کے مطابق اس کی ساتھ ایک لمحہ کے لئے بھی مسلمانوں کا سا برتاؤ نہیں کیا جاسکتا، اسے مسلمانوں کی جماعت میں گھسنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے، نہ اسے اسلامی برادری کے حقوق سی نفع اندوزی کا موقعہ دیا جاسکتا ہے۔

نکتہ سوم: قادیانی کافر و مرتد ہیں اس کے وجوہ و اسباب

فاضل جج نے قرآن مجید، احادیث نبویہ، اور اجماع امت سے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں، مرزا غلام احمد اور ان کے پیروؤں کے عقائد و نظریات ان ہی کے لٹریچر سے پیش کئے ہیں اور جن کو سامنے رکھ کر فاضل جج نے مرزائیوں کے کفر و ارتداد کا فیصلہ کیا ہے، ان کا

خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱) مرزا غلام احمد نے ختم نبوت کے اسلامی عقیدہ سے انحراف کیا ہے۔

(۲) انہوں نے بہت سے مقامات پر خود نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

(۳) انہوں نے بہت سی ان آیات کو جن میں آنحضرت ﷺ کا ذکر ہے خود اپنی ذات پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۴) انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

(۵) انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے نسب پر طعن کیا ہے اور ان کی دادیوں اور نانیوں کے خلاف غیر شائستہ زبان استعمال کی ہے۔

(۶) انہوں نے آنحضرت ﷺ اور ان کے صحابہ کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہے ہیں۔

(۷) انہوں نے اپنے لئے نزول وحی کا دعویٰ کیا ہے۔

(۸) انہوں نے قرآن مجید کی آیات کو دیدہ و دانستہ مسخ کیا ہے۔

(۹) انہوں نے نزول عیسیٰ کے اسلامی عقیدہ کا انکار کیا ہی اور اس کی من مانی تاویلیں کی ہیں۔

(۱۰) انہوں نے ان تمام مسلمانوں کو جو ان پر ایمان نہیں لائے' کافر قرار دیا ہے۔

(۱۱) انہوں نے اپنے پیروؤں کو مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا ہے۔

(۱۲) انہوں نے مرزائیوں کو مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے۔

(۱۳) انہوں نے مرزائیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے نکاح میں اپنی بیٹیاں نہ دیں' کیونکہ وہ کافر ہیں۔

(۱۴) انہوں نے اپنے ایک خواب کے حوالے سے خدائی کا دعویٰ کیا ہے اور آسمانوں کی تخلیق کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

(۱۵) مرزائیوں نے "الفضل" (۱۷/جولائی ۱۹۲۲ء) میں دعویٰ کیا ہے کہ ہر شخص بڑھ سے بڑا مرتبہ پاسکتا ہے' حتیٰ کہ (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔

(۱۶) مرزائیوں کا دعویٰ ہے کہ مرزا غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کا وہی مرتبہ ہے جو صحابہ رسولؐ کا تھا۔

(۱۷) مرزا غلام احمد نے اپنی نبوت پر ظل و بروز کا پردہ ڈالا ہے اور یہ بقول علامہ اقبال مجوسیوں کا عقیدہ ہے۔

(۱۸) انہوں نے تنسیخ جہاد کا دعویٰ کیا ہے۔

فاضل جج نے مرزائی لٹریچر کے ان اقتباسات سے جو "مشتے نمونہ از خروارے" کا مصداق ہیں' یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مرزا غلام احمد اور ان کے پیروؤں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں' فاضل جج نے اس سلسلے میں جو ریمارکس دیئے ہیں' ان کے چند اقتباس ملاحظہ ہوں' موصوف لکھتے ہیں۔

"قرآن پاک اور رسول اکرم ﷺ کے مندرجہ بالا ارشادات کی بعد یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کہ مدعا علیہ (مرزائی) نے خود کو نعوذ باللہ پیغمبروں کی صف میں کھڑا کردیا ہے اور اس کی ممدوح مرزا غلام احمد نے بھی اپنے پیغمبر اور نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے"۔

ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد دونوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بارے میں ایک بالکل مختلف تصور پیش کیا ہے جو مسلمانوں کے مسلمہ عقائد کے یکسر منافی ہے اور قرآن پاک کی تعلیمات سے متصادم ہے"۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

لیگل اتھارٹی کے پورے احترام کے ساتھ میں یہ کہنے کی جرات کرتا ہوں کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں نہ صرف یہ کہ بنیادی اور نظریاتی اختلاف موجود ہے بلکہ ان میں عقیدے اور اعلان نبوت کے بارے میں بھی اختلافات موجود ہیں' نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا نزول' قرآن پاک کی آیات کو مسخ کرنا میری رائے میں کسی شخص کو بھی مرتد قرار دینے کے لئے کافی ہیں"۔

"رسول پاک ﷺ کی اس سے زیادہ اور کوئی توہین نہیں ہوسکتی کہ مرزا غلام احمد جیسا شخص یا مدعا علیہ یا کوئی اور خود کو پیغمبران کرام(علیہم السلام' کی صف میں کھڑا کرنے کی جسارت کرے کوئی مسلمان کسی شخص کی طرف سے ایسا دعویٰ برداشت نہیں کرسکتا اور نہ قرآن و حدیث سے اس طرح کے دعوے کی تائید لائی جاسکتی ہے"۔

"مرزا غلام احمد نے دانستہ طور پر قرآن پاک کی آیات خود سے منسوب کی ہیں اور انہیں خود ساختہ معنی پہنائے ہیں تاکہ وہ دوسروں کو گمراہ کرسکیں' اور یہ بے خبر اور جاہل لوگوں کو گمراہ کرنے کی ایسی سنگین غلط بیانی ہے جو جان بوجھ کر روا رکھی ہے اور جو اسلام کی نظر میں گناہ کبیرہ ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

"پیغمبران کرام کے بارے میں غیر شائستہ زبان کا استعمال ہی کسی کے ارتداد کے رجحان کی غمازی کرنے کے لئے کافی ہے"۔

ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"مرزا غلام احمد یا مدعا علیہ کی نام نہاد نبوت پر ایمان حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی کھلی تنقیص ہے' جس کی وضاحت خدا وند تعالیٰ نے قرآن پاک میں اور رسول پاک ﷺ نے احادیث میں کردی ہے' مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد نے امتی نبی یا رسول' یا ظلی اور بروزی نبی کا جو تصور پیش کیا ہے وہ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے سراسر منافی ہے' اس کی کوئی سند قرآن اور حدیث سے نہیں ملتی اور نہ مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد کے تصور کی تائید کسی اور ذریعہ سے ہوتی ہے امتی نبی کا تصور انتہائی غیر اسلامی ہے اور یہ مرزا غلام احمد اور مدعا علیہ کی من گھڑت تصنیف ہے"۔

فاضل جج آگے چل کر اپنے فیصلے میں مزید لکھتے ہیں

مندرجہ بالا امور کے پیش نظر میں یہ قرار دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ مدعا علیہ اور انکے ممدوح مرزا غلام احمد نبوت کے جھوٹے مدعی ہیں' اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول وحی کا سلسلہ ختم ہوچکا ہے"۔

مسلمانوں میں اس بارے میں اجماع ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا' اور اگر کوئی اس کے برعکس یقینی رکھتا ہے تو وہ صریحا" کافر اور مرتد ہے۔

"مرزا غلام احمد نے قرآن پاک کی آیات مقدسہ کو توڑ مروڑ کر اور غلط رنگ میں پیش کیا ہے اور اس طرح انہوں نے ناواقف اور جاہل لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے' انہوں نے جہاد کو منسوخ قرار دیا ہے اور شریعت محمدی میں تحریف کی ہے اس لئے مدعا علیہ کو جس نے خود اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے' نیز مرزا غلام احمد اور ان کی نبوت پر اپنے ایمان کا اعلان کیا ہے' بلا کسی تردد کے کافر اور مرتد قرار دیا جاسکتا ہے۔

قادیانی مسئلہ میں فاضل عدالت کا فیصلہ اتنا واضح ہے کہ اس پر کسی اضافہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی' یہ فیصلہ جو قرآن مجید' احادیث نبویہ اور اجماع امت کی روشنی میں کیا گیا ہے' پوری ملت اسلامیہ کے احساسات و عقائد کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی ہے' اس فیصلے کا اطلاق جس طرح قادیانی مرزائیوں پر ہوتا ہے' ٹھیک اسی طرح لاہوری مرزائیوں کے موقف کو بھی واضح کر دیتا ہے۔

بعض ناواقف اور جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ مرزائیوں کی قادیانی پارٹی تو بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی مانتی ہے' لیکن لاہوری پارٹی مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتی اس لئے انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا مشکل ہے' یہ موقف شریعت اسلام اور لاہوری پارٹی دونوں کی حقیقت سے بیک وقت جہالت اور ناواقفی کی دلیل ہے۔

اولاً: لاہوری پارٹی جس کی قیادت مسٹر محمد علی (مرید مرزا غلام احمد قادیانی) کے ہاتھ میں تھی مرزا غلام احمد اور ان کے خلیفہ اول حکیم نور الدین کے زمانہ تک ٹھیک ان ہی عقائد و نظریات کی حامل تھی جو دوسرے قادیانیوں کے ہیں' مسٹر محمد علی اور ان کے ہمنواؤں کی اس وقت کی تحریریں شاہد ہیں کہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی مانتے تھے اور اس کا برملا اعلان کرتے تھے' مرزا صاحب کے خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین سے ذاتی اور سیاسی اختلافات کی بنا پر انہوں نے اپنی الگ پارٹی بنالی اور یہ موقف اختیار کیا کہ مرزا غلام احمد نبی نہیں تھے بلکہ مجدد اعظم تھے' پھر مجدد مان کر تمام انبیاء کرام سے انکو افضل مانتے ہیں' اب جب تک یہ پارٹی اپنے سابق موقف سے برات کا اظہار کرتے ہوئے تجدید اسلام کا اعلان نہیں کرتی' اسے مسلمان تصور نہیں کیا جاسکتا' فقہائے امت کی تصریح کے مطابق کسی مرتد کا اسلام اسی وقت معتبر ہوگا جب کہ وہ اپنے سابق نظریات سے مکمل برات کا اعلان کرے۔

ثانیاً: لاہوری پارٹی اگرچہ مرزا غلام احمد کو بظاہر نبی نہیں مانتی لیکن انہیں مسیح موعود اور مہدی موعود کے خطاب سے مشرف کرتی ہے' مسیح موعود کا خطاب نبوت ہی کی ایک تعبیر ہے' اس لئے مرزا غلام احمد جیسے لوگوں کو مسیح موعود کہنا یقیناً" کفر ہے۔

ثالثاً: جیسا کہ فاضل عدالت نے لکھا ہے' مرزا غلام احمد کا جھوٹا دعوائے نبوت کرنا' خود کو انبیاء کرام کی صف میں لاکھڑا کرنا' قرآنی آیات کو مسخ کرنا' انبیاء کرام کی توہین کرنا' عیسیٰ علیہ السلام کی دادیوں اور نانیوں کے بارے میں ناشائستہ الفاظ استعمال کرنا' اظہر من الشمس ہے اور کسی تاویل کا متحمل نہیں' لاہوری پارٹی ان دعوائے باطلہ کے باوجود مرزا صاحب کو نہ صرف یہ کہ کافر و مرتد نہیں سمجھتی بلکہ مہدی اور مجدد تسلیم کرتی ہے اور یہ خود کفر ہے' اگر اسلام میں ایسے مہدی اور مجددوں کا وجود تسلیم کرلیا جائے تو یہ دین ایک کھلونا بن کر رہ جاتا ہے' اسی بنا پر ہمارے شیخ امام العصر حضرت العلامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری" فرماتے ہیں۔

ومن ذب عنہ او تاول قولہ بکفر قطعا" لیس فیہ توان○

ترجمہ۔ اور جو شخص (کھلے کفر کے باوجود) مرزا صاحب کی جانب سے مدافعت کرے گا یا اس کے اقوال کی تاویل کرے گا بغیر کسی جھجک کے اسے بھی قطعی کافر قرار دیا جائے گا۔

فشانی شان الانبیاء مکفر ومن شک قل ھذا الاول شان○

ترجمہ۔ انبیاء علیہم السلام کی شان میں تنقیص کرنے والے کی تکفیر کی جائے گی اور جو اس میں شک کرے وہ بھی اسی کے پیچھے ہے (اور کافر و مرتد ہے)

رابعاً"۔ ان تمام امور سے قطع نظر لاہوری پارٹی کے سربراہ مسٹر محمد علی نے اپنی تصانیف میں جن نظریات کا اظہار کیا ہے اور قرآن کریم کی آیات کی جس انداز سے کھلی تحریف کی ہے اور نصوص شرعیہ کو جس طرح مسخ کیا ہے وہ ان کے الحاد و زندقہ کی کافی دلیل ہے' لاہوری پارٹی اپنے سربراہ کے نظریات سے متفق ہے' اس لئے بھی اس کا حکم مسلمانوں کا نہیں ہو سکتا۔

نکتہ چہارم۔ قادیانیوں کو ایک علیحدہ امت قرار دینے کا مطالبہ

فاضل جج مرزا غلام احمد کی ان تصریحات کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"اس سے ظاہر ہے کہ احمدی (مرزائی) مسلمانوں سے ایک الگ مذہب کے پیرو ہیں اور علامہ اقبال نے اس وقت کی حکومت ہند کو بالکل درست مشورہ دیا تھا کہ اس طبقے (احمدیوں) کو مسلمانوں سے یکسر مختلف تصور کیا جائے اور اگر انہیں علیحدہ حیثیت دے دی گئی تو مسلمان ان کے ساتھ اسی رواداری سے پیش آئیں گے جس کا مظاہرہ وہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں سے کرتے ہیں' لیکن ایک الگ طبقے کی حیثیت سے زندگی گذارنے کا حق احمدیوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مسلمانوں کے پرسنل لاء میں مداخلت کریں اور انہیں مجبور کریں کہ وہ احمدیوں کو بھی صرف اس لئے اسلام کا ایک فرقہ تسلیم کرلیں کہ انہوں نے اپنے اوپر "احمدی مسلم" کا لیبل لگا رکھا ہے"۔

فاضل جج کا یہ ریمارک اور علامہ اقبال کا اس وقت کی انگلش گورنمنٹ کو مشورہ دینا کہ وہ مرزائی امت کو مسلمانوں سے ایک الگ اور جداگانہ اقلیت قرار دے دراصل ان عقائد و نظریات اور طرز عمل کا فطری اور منطقی نتیجہ ہے جو مرزا غلام احمد اور ان کی امت نے اختیار کیا' جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے انہوں نے اسلام کے قطعی اور مسلمہ عقیدہ ختم نبوت پر تاویل و تحریف کی ضرب لگا کر اپنے دعوائے نبوت کے لئے راستہ پیدا کیا' پھر قرآن مجید کی بے شمار آیات کی تحریف کرکے منصب نبوت پر سرفراز ہونے کا دعویٰ کیا ہے' اس نئی نبوت کے نتیجہ میں ان تمام مسلمانوں کو جو اس نئی نبوت پر ایمان لائے' کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا اور ان سے تمام مذہبی و معاشرتی تعلقات منقطع کرنے کا اعلان کیا اور پھر یہ خالی دھمکی ہے نہیں بلکہ اس وقت سے

آج تک مرزائی امت عملی طور پر بھی مذہب و معاشرت میں مسلمانوں سے کٹی ہوئی ہے۔

اب جبکہ مرزائی امت کے بقول

"ان کا یعنی مسلمانوں کا اسلام اور ہے اور ہمارا اور' ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور' ہمارا حج اور ہے اور ان کا حج اور' اسی طرح ان سے ہربات میں اختلاف ہے۔

(الفضل ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء تقریر میاں محمود)

"یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے' آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات' رسول کریم ﷺ 'قرآن' نماز' روزہ حج' زکوٰۃ غرض آپ نے تفصیل سے بتایا ایک ایک چیز میں ان سے ہمیں اختلاف ہے۔

(الفضل ۳۰ جولائی سنہ ۱۹۳۱ء تقریر مرزا محمود)

ان کا اور مسلمانوں کا جب ہر چیز میں اختلاف ہے' مذہب ان کا الگ' نبی ان کا الگ' نماز روزہ ان کا الگ' عقائد ان کے الگ' معاشرت ان کی الگ' تو آخر کیا وجہ ہے کہ سیاسی طور پر ان کی مردم شماری مسلمانوں سے الگ نہ کی جائے اور ان کو مسلمانوں سے ایک الگ اقلیت قرار نہ دیا جائے۔ علامہ اقبال نے برٹش گورنمنٹ کو یہ حقیقت پسندانہ مشورہ دیا تھا کہ وہ قادیانیوں کو مسلمانوں سی ایک الگ اقلیت قرار دے مگر برٹش گورنمنٹ کا مفاد اسی میں تھا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں میں گھل مل کر انہیں ویسہ کاریوں کا موقعہ دیا جائے کیونکہ بقول فاضل جج۔

"مرزاغلام احمد نے محض اپنی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے مسلمانوں میں انتشار و افتراق پھیلانے کا کھلا لائسنس حاصل کرلیا تھا"۔

اس لئے انگریز کسی قیمت پر بھی اپنے اس بنے بنائے کھیل کو بگاڑنے پر آمادہ نہیں ہوسکتا تھا' مگر سوال یہ ہے کہ اب جب کہ انگریز کو رخصت ہوئے' ربع صدی کا عرصہ گذر چکا ہے' پاکستان کی مسلمان حکومت سے کیوں توقع نہ رکھی جائے کہ وہ مرزائی امت کو مسلمانوں سے ایک الگ ملت قرار دے' ہماری مسلمان حکومت کو مسلمانوں اور مرزائیوں میں کون سے چیز قدر مشترک نظر آتی ہے؟ اور ملک و ملت کی وہ کون سی مصلحت ہے جس کی بنا پر مرزائیوں کے مسلمان ہونے پر اصرار کیا جائے؟ اور ملت اسلامیہ کا یہ معقول مطالبہ تسلیم نہ کیا جائے؟ خدا اور رسول کا وہ کون سا حکم ہمیں مجبور کررہا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ و سلم کی ختم نبوت کے باغیوں کو ہم اپنی سر آنکھوں پر جگہ دیں؟ حقائق مفروضات کی تابع نہیں ہوتے' کوئی مانے نہ مانے مگر وہ اپنا وجود منوا کر چھوڑتے ہیں' مرزائی' مسلمانوں سے ایک الگ امت ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ آفتاب نصف النہار کا انکار کیا جاسکتا ہے مگر اس کا انکار ممکن نہیں۔ ملت اسلامیہ کے لئے یہ بات ناقابل برداشت ہے کہ حضرت ختمی مآب ﷺ کے مقابل ایک اور نبی لاکر کھڑا کیا جائے اور پھر اس پر اصرار کیا جائے کہ ہم انہیں مسلمان بھی کہیں۔

نکتہ پنجم۔ قادیانیوں کے غیر مسلم قرار پانے کے نتائج

فاضل عدالت نے قادیانی مدعاعلیہ کو غیر مسلم قرار دیتے ہوئے جو آخری نتیجہ قلمبند کیا ہے وہ یہ ہے۔

"اندریں حالات میں قرار دیتا ہوں کہ اس مقدمے کے فریقین کے درمیان شادی اسلامی شادی نہیں' بلکہ یہ سترہ سال کی ایک مسلمان لڑکی کی ساٹھ سال کے ایک غیر مسلم کے ساتھ شادی ہے لہٰذا یہ شادی غیر قانونی اور غیر موثر ہے۔

"مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدعیہ جو ایک مسلمان عورت ہے کی شادی مدعاعلیہ کے ساتھ جس نے شادی کے وقت خود اپنا قادیانی ہونا تسلیم کیا ہے اور اس طرح جو غیر مسلم قرار پاتا ہی' غیر موثر ہے اور اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔

عدالت کے زیر غور چونکہ صرف ایک شادی کا مقدمہ تھا اس لئے فاضل عدالت نے ایک قادیانی کو غیر مسلم (مرتد) قرار دیتے ہوئے اس کے ساتھ مسلمان لڑکی کے نکاح کو غیر منعقد قرار دیا مگر اسی فیصلہ کی روشنی میں مسلمان یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ۔

ا۔ قادیانی چونکہ غیر مسلم (مرتد) ہیں اس لئے انہیں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲۔ انہیں کلیدی آسامیوں پر فائز کرکے مسلمانوں کے سر پر مسلط نہ کیا جائے۔

۳۔ انہیں ایک مسلمان کی حیثیت سی سیاسی حقوق سے متمتع ہونے کا موقعہ نہ دیا جائے۔

۴۔ انہیں تبلیغ اسلام کے ڈھونگ سی غیر ممالک میں مرزائیت پھیلانے کے لئے زرمبادلہ نہ دیا جائے۔

۵۔ انہیں آئندہ مسلمانوں کو گمراہ اور مرتد کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

۶۔ انہیں اس بات کی اجازت نہ دی جائے کہ وہ مسلمانوں کے بھیس میں حج کو جائیں اور مکہ' مدینہ اور مقامات مقدسہ کو اپنی قدموں سے ملوث کریں۔

آخر میں ایک بات ہم مسلمانوں سے بھی کہنا چاہتے ہیں' وہ یہ کہ مرزا غلام احمد اور انکے متبعین کے عقائد و نظریات سے تمام مسلمان باخبر ہیں' ہماری علم میں یہ بات لائی گئی ہے کہ پنجاب کے بعض وکیل اور سیاست دان مرزائیوں کی پیروی اور حمایت کررہے ہیں' تمام مسلمانوں کی دینی غیرت کا تقاضا ہے کہ وہ کسی ایسے سیاسی لیڈر اور بیرسٹر کو منہ نہ لگائیں جو مرزائیوں کی حمایت کے لئے کھڑا ہو' اور نہ اس قسم کے شقی کو ووٹ دیں' رضابا لکفر کفر ہے جو دل سے اس کفر کی تائید کرے اور دنیوی منافع کے لئے اس کو مسلمان ثابت کرے' ایسا شخص خود اسلام کی نعمت سے محروم ہوجاتا ہے' ایسے حالات میں مسلمان حق بجانب ہوں گے کہ یہ اعلان کریں کہ اس قسم کے وکلاء کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔

لے دین کی ایسی باتیں جن کا ثبوت قطعی ہے اور جن کا دین محمدی میں داخل ہونا ہر عام و خاص کو معلوم ہے' ضروریات دین کہلاتی ہیں ضروری کی جمع ہے جس کے معنی ہیں۔ بدیکا' واضح' بالکل ظاہر "ضروریات دین" کے معنی ہوئے وہ امور جن کا جزو دین ہونا بالکل ظاہر' واضح اور قطعی ہو' ان کے ثبوت میں کوئی خفاء نہیں' نہ شک و شبہ کی گنجائش ہے۔

"ضروریات دین" کے ذیل میں وہ ساری چیزیں آجاتی ہیں جن کا ثبوت قرآن مجید' حدیث متواتر اور اجماع امت سے ہو' ان تمام امور کا ماننا ایمان کہلاتا ہے اور ان میں سے کسی ایک کا انکار کردینا بھی صریح کفر ہے اور ان کو توڑ مروڑ کر غلط معنی پر محمول کرنا الحاد اور زندیقہ کہلاتا ہے جو کفر کی بد ترین صورت ہے' اس موضوع پر جامع ترین تحقیقی کتاب امام العصر مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ کی تصنیف اکفار الملحدین ہے' جس کا اردو ترجمہ بھی مجلس علمی کراچی نے شائع کردیا ہے' قابل دید ہے خصوصاً" علماء' و محققین کے استفادہ کے لائق ہے۔

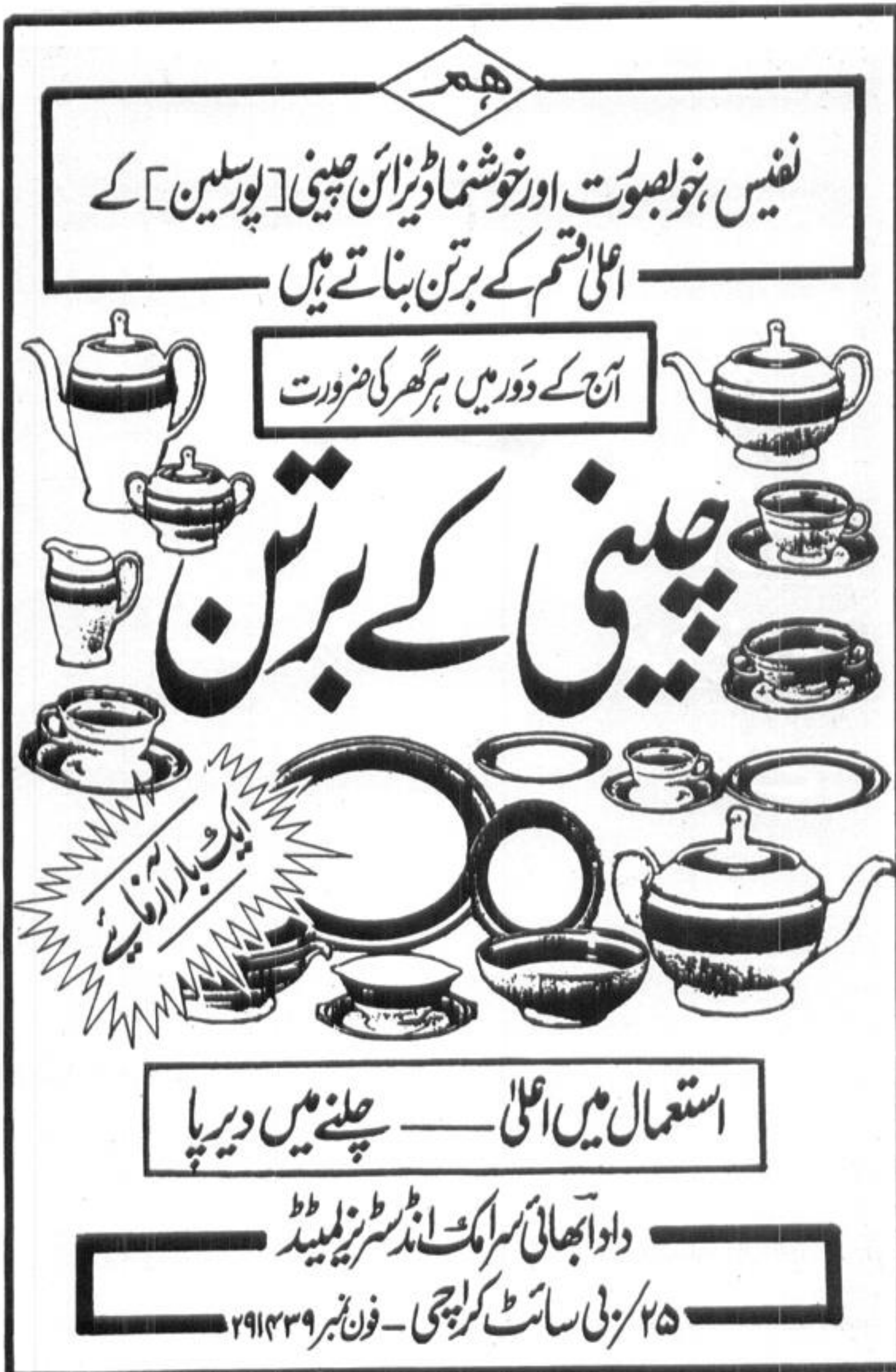
ہم
نفیس، خوبصورت اور خوشنما ڈیزائن چینی [پورسلین] کے
اعلیٰ قسم کے برتن بناتے ہیں
آج کے دور میں ہر گھر کی ضرورت
چینی کے برتن
ایک بار آزمائیے
استعمال میں اعلیٰ ـــــ چلنے میں دیرپا
دادا بھائی سرامک انڈسٹریز لمیٹڈ
۲۵/بی سائٹ کراچی ـ فون نمبر ۲۹۱۴۳۹

مُرشد العلماء حضرت مولانا خان محمد مدظلہٗ امیر عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کی اپیل

قربانی کی کھالیں

عالمی مجلس
تحفظ ختم نبوّت
کو دیجئے

- عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت ملت اسلامیہ کی بین الاقوامی تبلیغی و اصلاحی تنظیم ہے۔
- یہ تنظیم ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے علیحدہ ہے۔
- تبلیغ و اقامتِ دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوّت کا تحفظ اس کا طرۂ امتیاز ہے۔
- اندرون و بیرون ملک ۵۰ مبلّغ، ۵۰ دفاتر و مراکز اور ۱۲ دینی مدارس ہمہ وقت مصروف عمل ہیں۔
- لاکھوں روپے کا لٹریچر اردو، عربی، انگریزی میں چھاپ کر پوری دنیا میں مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے زیرِ اہتمام دو ہفت روزہ جرائد شائع ہو رہے ہیں۔
- صدیق آباد (ربوہ) میں مجلس کی سرگرمیاں جاری ہیں اور وہاں دو مدرسے اور دو مسجدیں چل رہی ہیں۔
- عالمی مجلسِ تحفظِ ختم نبوّت کے مرکزی دفتر میں دار المبلّغین قائم ہے جہاں علماء کو ردِّ قادیانیت کا کورس کرایا جاتا ہے۔
- ملک بھر میں اہلِ اسلام اور قادیانیوں کے درمیان بہت سے مقدمات قائم ہیں جن کی پیروی عالمی مجلس ختم نبوّت کر رہی ہے۔
- ہر سال دنیا بھر میں عالمی مجلس کے مبلّغین، تبلیغ اسلام اور ردِّ قادیانیت کے سلسلے میں دورے پر رہتے ہیں۔
- گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی لندن میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کی طرف سے بین الاقوامی ختم نبوّت کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کیا جا رہا ہے، لندن میں عالمی مجلسِ تحفظِ ختم نبوّت کا ایک جدید انٹرنیشنل دفتر قائم ہے۔

یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرت اور آپ کے تعاون سے ہو رہا ہے۔ اس کام میں مخیّر دوستوں درمندانِ ختمِ نبوّت سے درخواست ہے کہ وہ قربانی کی کھالیں، زکوٰۃ، صدقات اور عطیات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کو دیکر اس کے بیت المال کو مضبوط کریں۔

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت حضوری باغ روڈ ملتان شہر، فون: ۴۳۳۲۸ - ۴۰۹۷۸	**دفتر عالمی مجلسِ تحفظِ ختم نبوّت** جامع مسجد باب الرحمت پرانی نمائش کراچی، فون: ۷۷۸۰۳۳۷